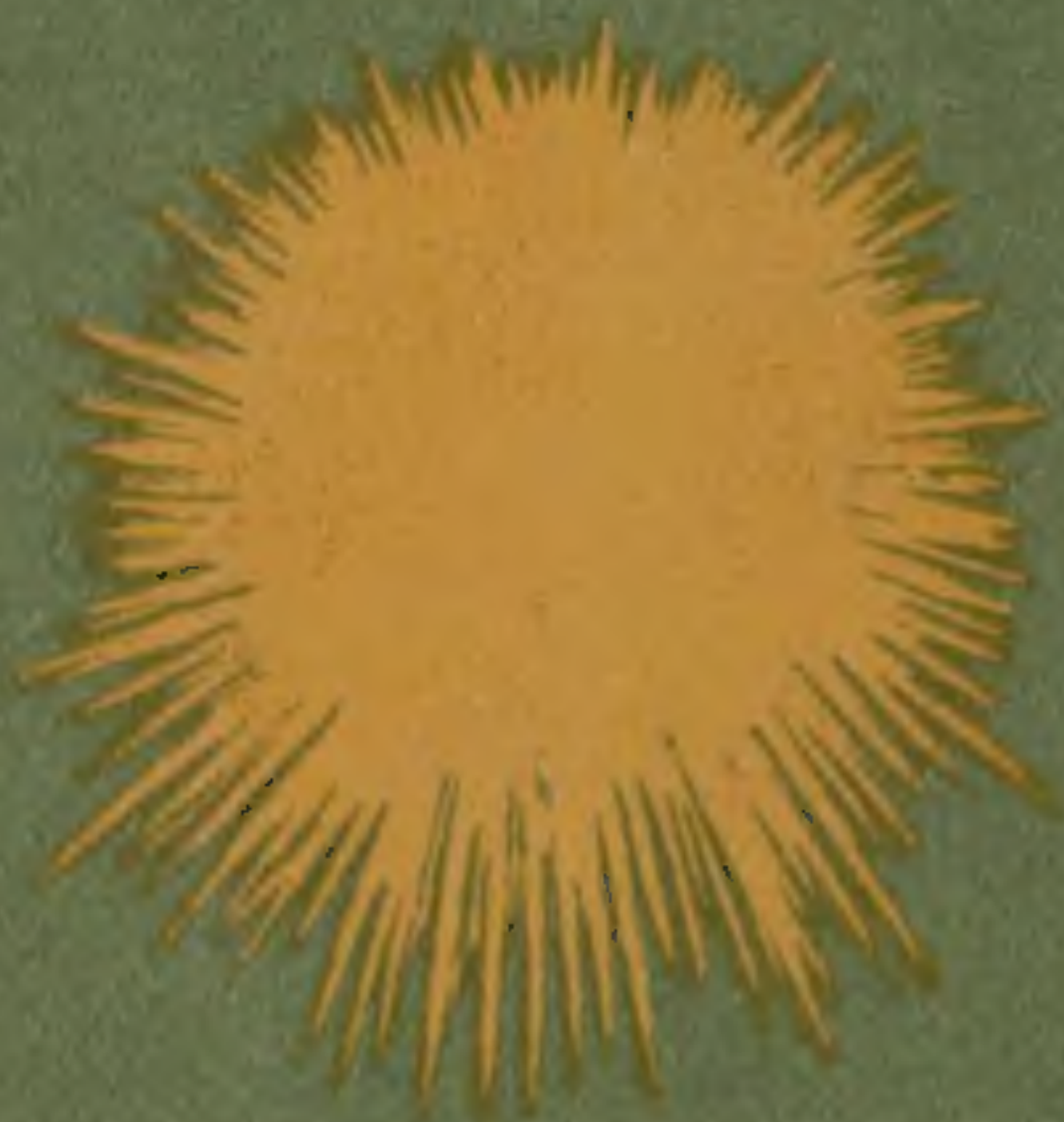
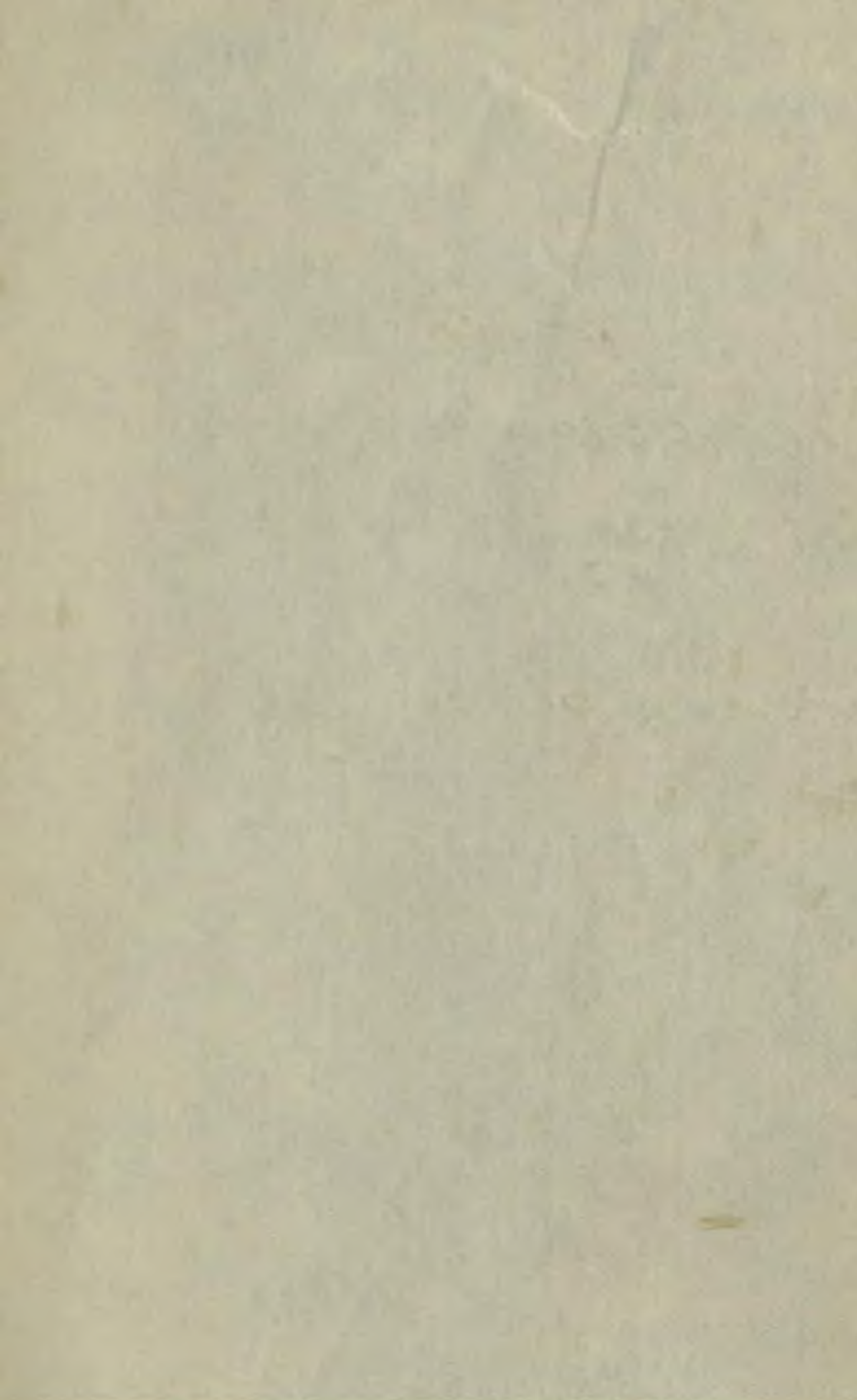


سیدنا بوالاعلیٰ مودودی



اسلام کا سرچشمہ قوت

ایوان ادب چکے روبرو لاہور



اسلام کا سرچشمہ قوت

سید ابوالاعلیٰ مودودی

مترتب
شہیر نیازی

ناشر

ایوان ادب چکے بازار لاہور

076360

اگست ۱۹۶۹ء

طبع اول :

دو روپے پچیس پیسے

قیمت :

محمد ریاض خاں

کتابت :

اقبال ظفر اللہ

عمل سرورق :

ونڈائک آفسیٹ

TECHNICAL SUPPORT BY

طباعت :

کنول آرٹ پریس، لاہور

مطبع :

نصرت پریس، لاہور

سرورق :



حفیظ احسن ایم۔ اے

CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

اہتمام :

ناشر:- ایوانِ اُستاد چوک اُردو بازار لاہور

Masood Faisal Jhandir Library

فہرستِ مصنفین

• ۴۴ سال بعد ۵

• تعارف، ۱۱

حصہ اول

پہلا باب

مسلمانوں کا ذوقِ تبلیغ، ۱۳

مسلمان کا مقصد وجود، ۱۵

اسلام کی قوت کا اصلی سرچشمہ، ۱۷

دوسرا باب

انشاعتِ اسلام کے اسباب

اسلامی عقائد کی سادگی اور فطرت سے ہم آہنگی، ۲۰

اسلامی عبادات کی دیکھنی اور جاذبیت ۲۳
 اسلامی تعلیمات کے اثرات مسلمانوں کی زندگی پر ۲۵
 اسلامی مساوات کی اثر انگیزی ۲۷

تیسرا باب

صوفی مبلغین اسلام کی خدا جلیلہ ۳۱

مسلمانوں کے ذوق تبلیغ کی جہانگیری ۳۲

مسلمان خواتین کا ذوق تبلیغ ۳۴

صوفیائے کرام کی خدمات : ہندوستان میں — ہندوستان کے
 باہر، افریقہ میں۔

چوتھا باب

انشاعت اسلام، افریقہ میں ۴۳

افریقہ میں آفتاب اسلام کا طلوع ۴۵

اٹھارویں صدی کے اواخر میں ۴۶

پانچواں باب

انشاعت اسلام، چین میں ۵۲

انشاعت اسلام — منزل بہ منزل ۵۳

چھٹا باب

اشاعتِ اسلام، جزائرِ ملایا میں ۵۶

اشاعتِ اسلام - سماٹرا میں، ملایا میں ۵۷

راڈن رحمت کا ظہورِ رحمت ۶۱

اشاعتِ اسلام - مجموعہ جزائرِ ملکا، جزیرہ بورنیو، جزیرہ سلیمس، جزائر

فلپائن اور جزیرہ نیوگنی میں، ۶۳

ساتواں باب

دعوتِ عمل

۱۰۵۷ء کے بعد کی تبلیغی سرگرمیاں ۷۳

لیکن اب ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷

محض تبلیغی جماعتیں یا ہمہ گیر ذوقِ تبلیغ ۷۸، ۷۹

اصلاحِ حال کے لیے چند عملی تدابیر ۸۰

(ا) ذاتِ پات اور عدم مساوات کا خاتمہ (ب) نسبی امتیازات

کا خاتمہ (ج) آخرتِ اسلامی کا فروغ (د) عام دینی اور

احسناتی زندگی کی اصلاح (ه) مذہبی مسائل کی تعلیم

اور تبلیغی سرگرمیوں کی تحریک و ترغیب۔

حرفِ آخر ۸۹

حصہ دوم

۱۔ اسلام پر کفر کی پوزش کے اسباب

- دوسروں کی کامیابی ہماری ناپلی کا اثر ہے۔ ۸۱،
 خطرے کے حقیقی اسباب اور ہمارے دینی مصائب کے مستقل سرچشمے۔ ۸۲،
 (۱) جہالت (۲) انسلاخ (۳) مشنری مدارس
 ہماری سادگی اور کوتاہ اندیشی اور مخالفین کا تدبیر اور عیاری۔ ۸۶،

۲۔ تدابیر دفاع

- تدابیر دفاع : ا) تعلیمات اسلامی کی عام اشاعت اور مذہبی شعور کی بیداری۔ ۸۹،
 ۲۔ مکاتب کا قیام۔ ۹۱،
 ۳۔ طبعی حوادث کے اثرات سے بچانے کے لیے محتاج خانوں
 اور یتیم خانوں کی مستقل تنظیم۔ ۹۲،
 ۴۔ مشنری تعلیمی اداروں کا مقاطعہ۔ ۹۴،
 ۵۔ اقتصادی غلامی سے نجات۔ ۹۵،
 یا چناں کن یا چینیں ! ۹۶،
 پس اے مسلمانانِ حرم ! ۹۸،



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سالنامہ

ملت اسلامیہ نے گزشتہ دو سو سال میں مغربی تہذیب کے ہاتھوں بہت سے زخم کھائے ہیں۔ اس تہذیب کی اخلاق باختہ حریت فکر کے علمبرداروں اور تحقیق و اکتشاف کے مدعی شمشیر بستہ حملہ آوروں کے مقابلے میں یہ ملت جس انتشار اور ہزیمیت و شکست خوردگی کی کیفیت سے دوچار ہوئی ہے وہ اس کی تاریخ کا ایک اندوہناک باب ہے۔ ایک ایسا باب جو مقامِ نوحہ و ماتم بھی ہے اور محلِ عبرت بھی !

اس اندوہناک باب کے ادراک سارے عالم اسلام میں جا بجا کھڑے ہوئے ہیں۔ گزشتہ صدی میں اسی اُلَمِ انجیز صورت حال پر ایک درد مند دل کی دھڑکنیں ان الفاظ میں ٹھہل گئی تھیں :

پستی کا کوئی حد سے گزنا دیکھے اسلام کا گر کر نہ اُبھرا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جز کے بعد دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے
(عالمی)

اور جب اس دل درد مند نے اقبال کی جانِ ناصبور کا روپ دھارا — تو
ملت اسلامیہ کا یہ غم اُس کے سوزِ خودی میں ٹھہل کر ان الفاظ میں منعکس ہوا :

۵ نشانِ اہ دکھاتے تھے جو تارو کو ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داکیلے

آخر اس جانِ ناصبور کا سوزِ آرزو رنگ لایا اور اس نے ایک ایسے قلم کا پیکر اختیار کیا جس میں پھول کی نزاکت بھی تھی اور ہیرے کی صلابت بھی — طیب کے مرہم کی سکینت بھی تھی اور مجاہد کی تلوار کی — کاٹ بھی !

یہ عہد ساز قلم گزشتہ نصف صدی سے :

ملتِ اسلامیہ کو اس کے مقصد و وجود کا بھولا ہوا سبق یا د دلارہا ہے۔

یہ قلم ملتِ اسلامیہ کو اس کی گزشتہ عظمتوں اور رفعتوں سے روشناس کر کے

کا امانتدار بنانے کی حیاتِ آفریں خدمت سرانجام دے رہا ہے۔

یہ قلم ایک حیرت انگیز اعتماد اور مجازانہ استقامت کے ساتھ مغربی تہذیب اور

اس کی کوکھ سے جنم لینے والے افکار و نظریات کا تار و پود بکھیر رہا ہے۔

یہی قلم آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور تہذیبِ حاضر کی ہر میت اور ناکامی کی علالت

بن گیا ہے !

یہ قلم مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا قلم ہے !

اُن کے عہد ساز قلم نے اسلامی لٹریچر میں ایک عظیم نشان اور گرافِ قدردانی سے

کا اضافہ کیا ہے اور اردو ادب کو علمی اور فکری سرمائے سے مالا مال کر دیا ہے۔

لا ریب اس صدی میں دینِ اسلام کی جرأت مندانہ ترجمانی اور عہدِ حاضر کے باطل افکار

نظریات کے مقابلے میں اس کی آبرو مندانہ مدافعت کا یہ غیر معمولی کارنامہ جو نصف صدی پر محیط

ہے ایک ایسا اعزاز ہے جو اس برصغیر کی گزشتہ تاریخ میں اور عالمِ اسلام کے موجودہ

دوسو سالہ دورِ ابتلاء میں کسی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہوا !

ساتھ سے زائد عظیم نشانِ علمی و تحقیقی اور عہدِ آفریں کتابوں کا مصنف اور

۶ : ان میں سے بیشتر کتابوں کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کی مقبولیت صرف عالمِ اسلام

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤَيِّدُ مَنِ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

پیش نظر کتاب اسلام کا سرچشمہ "عالم اسلام کے اسی اہل جلیل کی اسے
۴۴ سال پہلے کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تعلق اُس زمانے سے ہے جب مصروفیات
و عمر صحافی کی حیثیت سے پارساں ایک کتابت جمیلپور (۱۹۲۰ء) اور دہلی (۱۹۳۰ء)
کی وزارت کے فرائض بنام دے پہلے تھے اور "الجمعیۃ" دہلی (۱۹۲۵ء) کے تھما
ذمہ و راہیہ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ یہ کتاب ایک مسلسل درس کی شکل میں
"نئی نئی جہتی جوہر" اسلام کی قوت و اہلی سرچشمہ کے نمونوں سے تبعیت کے ۲۲۱۹
۲۶ اور ۲۹ جواہری اور ۱۰۳ اور ۱۸ اگست ۱۹۲۵ء کے شماروں میں اشاعت
ہوئی۔ ۴۴ سال تک یہ مضمون الجمعیۃ کے پڑنے پھاڑنے میں ذہن رہا اور اب اسے پہلی
مرتبہ کتابی پر اس میں پیش کرنے کا ثمر "ایوان اب لاہور" کو حاصل ہو رہا ہے۔
یہ تاریخی کتاب ہمیشہ کرت جوست ہمارے دل خدا کے بندوں کو بڑے ضرور میں
سپاس و شکر کے جذبات سے ہمراز رہیں۔

اب تک الجہاد فی الاسلام کو وانا کو اپنی بان نہ تصنیف و تحفیث
 کیا ہے (جس کا تصنیف و اشاعت ۱۹۲۷ء ہے) لیکن اب یہاں پر اس کی ح
 سکتی ہے کہ اسلام کا سرچشمہ قوت کی اشاعت پر نہ انی اعتبار سے ہی کو وہاں تو بین
 تصنیف تسلیم کیا جائے گا اس سے قطعاً کہ اس کی اشاعت میں تحفیث کے ۱۲ سال
 ہی میں میں لکھ دے گا، میں بھی وزیر دربار رہا ہے، بعد ۲۲ سال (۲۲ سالوں کا)

بعد ہو رہی ہے۔

ناظرین کے لیے یہ امر ایک خوشحال حیرت کا موجب ہو گا کہ ان دنوں کے اہل
کی تصنیف میں ایک ایسا فطری تسلسل اور معنوی رابطہ پایا جاتا ہے جو ان کے پہلو بہ
پہلو مطالعے سے بالکل عیاں طور پر سامنے آتا ہے۔ — مزید برآں واقعاتی
طور پر ان کتابوں کی تصنیف کے فوری محرکات میں بھی ایک خاص نوعیت کی مشترک کیفیت
رہتا ہے۔ اور وہ ہے ہندوستان میں شدھی کی تحریک کے بانی، سوامی شرما
کا نام۔ —

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ”کی طبع اول کے دیباچے میں اس کی
تصنیف کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:

”لیکن دسمبر ۱۹۲۲ء کی آخری تاریخوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا
جس نے مجھے شکلات سے قطع نظر استدام عمل پر مجبور کر دیا۔ یہ واقعہ
شدھی کی تحریک کے بانی سوامی شرما کے قتل کا واقعہ تھا۔
جس کے ثبوت اور رد نظر لوگوں کو اسلامی جہاد کے متعلق غلط فہمیاں
کی اشاعت کا ایک نیا موقع مل گیا۔“

اور اسلام کا سرچشمہ قوت ”اُس وقت تکھی کئی جب (۱۹۲۵ء میں)
اسی سوامی شرما کے قتل کی تحریک میں مسلمانوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی اور اس
بات کا عام چرچا ہو رہا تھا کہ اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو کیا تدابیر
اختیار کرنی چاہئیں۔“

اُمید ہے کہ نصف صدی گزر جانے کے باوجود کتاب کے مباحث کی تازگی محض کے
اسلوب کی رعنائی اور اُس کے افکار کی رفعت و عظمت کو اہل نظر اسی طرح نمائندگی کریں

پیش کریں گے جس طرح وہ اب ۴۴ سال پہلے اس کی شاعت پر پیش کرتے۔ رقم الحروف
خود کو اس کتاب پر کسی نقد و تبہ کا اہل نہیں سمجھتا کیونکہ ایک قاری کی کیفیت سنہ
۷۰ میں چیزیں ایک نو مستناب کی کیفیت دو پارہ سب وہ صاحب کتاب پر
فکری سلسلے سے جو اب اس وقت سنہ ۱۳۵۰ کی اس کیفیت اور اب اس کی کیفیت
کے درمیان ایک روشن خط تفریق کی طرح جگہ کا ہے۔ — رقم الحروف کا اثر
یہ ہے کہ فکری طور پر ابی شریعہ شجاعت اور ابی مرثیہ و سہیل کے لیے تفریق
سنگتروں میں بھی کسی کو کہہ ہی نہیں آتا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سہیل و سہیل
نہا کے دین برحق کا فیض بھی ہے۔ — مخالفین کی اس کارروائی کا جواب دینا ضروری ہے
انعام سے وہ اپنے ان بنہ دل کو نوازنا چاہتے ہیں۔ — اس لیے اس کی کوئی ناسمجہ
بنا ہوتی ہے۔

اس فکری سلسلے کے شراب مولانا کی تصانیف کے ہر صفحے پر لکھے گئے ہیں اور وہ
ان کے کسی خوش ذوق قاری کی نظر سے اوجھل نہیں ہیں۔ تقابلیں کی دلچسپی سے اس کتاب
کے انگریز مولانا کی کتاب کی ایک نظر پر کیا اقتباس دیا جا رہا ہے جس مطالعے کے بعد
وہ اس ناوردہ کار شجاعت کی حیرت انگیز فکری عیسوی پر بیباختہ یہ کہنے پر مجبور ہوں
کہ د
ہزاروں سال تکس اپنی بے غوری پر روتی ہے
بڑی شغل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پیدا
چند باتیں کتاب کے ترتیب سے دند دین کے بارے میں :

مرتب کتاب جناب شہیر ریزی صاحب کتاب مسودہ مکمل شغل میں اب ہانی
غرضہ پیش رقم الحروف کو دیا تھا لیکن اسے خوشنویس کے سپرد کرنے سے پہلے مجھ سے
کہ ترتیب دند دین کے نقطہ نظر سے آتی ہے میں یہ کام کی خاصگی فائش موجود ہے۔ چنانچہ اسی
چیز سے پیش نظر : — کتاب کے اصل متن پر فہمی عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ

طویل مضامین کو پڑھتے ہوئے ان کے جملہ مباحث فارسی پر بخوبی عیاں ہو جائیں اور انھیں
ذہن میں تازہ رکھنے میں بھی سہولت ہو۔

(۲) ضروری مقامات پر کتاب کے حاشیے میں ضاحقی اشارات کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ حالات
تغیر کی وجہ سے متن کے بارے میں کوئی الجھن محسوس نہ ہو۔ بعض توضیحات خالص علمی
نوعیت کی ہیں۔ امید ہے کہ یہ توضیحات قارئین کے لیے عام علمی افادیت کا باعث ہوں گی
(۳) متن کی قرآنی آیات کے حوالے اور حسب ضرورت ان آیات کے تراجم بھی شامل
کتاب کر دیے گئے ہیں۔

(۴) کتاب کے آخر میں دو اشاریے بڑھائے گئے ہیں۔ پہلا اشاریہ اشخاص اور اداروں کے
اسما پر مشتمل ہے اور دوسرا مقامات کے ناموں پر۔ دونوں اشاریوں کے سلسلے میں رقم الحرف
محبتی نواز احمد ملک صاحب کی فہرست معاونت کا تہ دل سے ممنون ہے۔

(۵) اس مختصر سی کتاب میں مبلغین اسلام کی تبلیغی مساعی کے ضمن میں بے شمار اشخاص
اور مقامات کا ذکر آیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی روزانہ اخبار میں ایسے علمی مضامین کا کتابت
کی غلطیوں سے محفوظ رہنا ایک امر محال ہے اس لیے اشخاص اور بالمخصوص مقامات کے
ناموں کی صحت کا اطمینان کرنا ایک بڑا ناز کا مسئلہ تھا۔ رقم الحروف نے اپنے وسائل کی حد
تک ان ناموں کی تحقیق کی متعدد جہر کو شمش کی ہے اور حسب ضرورت حاشیہ کتاب میں ان
کو اندریری حروف میں بھی درج کر دیا ہے۔ با ایں سمجھ اہل علم حضرات کی خدمت میں
یہ اتماس ہے کہ اگر وہ کسی جگہ کوئی فرد گزاشت پائیں تو اس سے مطلع کر کے ممنون
فرمائیں تاکہ طبع ثانی کے موقع پر اس کی تصحیح کی جاسکے۔

العبادہ: حفیظ الرحمن حسن (مترجم و مترجم)

(۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء)

تعارف

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ نَبِيِّمُ مُحَمَّدٍ
 اَمَّا بَعْدُ ۔ یہ مختصر سی کتاب میرے محترم سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ان ندرات
 کا مجموعہ ہے جو انھوں نے ۱۹۲۵ء میں روزنامہ الجذعیۃ دہلی کے مدیر کی
 حیثیت سے لکھے تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر تقریباً بائیس سال تھی۔ اتنی چھوٹی عمر
 میں ایسے سنجیدہ اور ائمہ علم و فن صاحبین لکھنا یقیناً غیر معمولی بات ہے۔ ان صاحبین کے
 بارے میں زمانِ مکہ پریس کا تعلق ہے۔ یہ ایک غیر جانبدار مافذ کی حیثیت سے ہے۔
 ان بڑے حدیث نگاروں نے تیبہ صاحب کے جب یہ صاحب لکھتے تھے تو وہ مدفن ایک صاحب
 تھے لیکن ان دو ایک ہندو پارہ عالم دین اور مدفن رہنما بھی ہیں۔ ان کی کسی بات کو
 پسند یا پسند کرنے میں ہمارے ذوق اور نظریاتی اختلاف یا اختلاف کو بھی دخل نہ ملتا
 ہے۔ بلکہ ہم تو صرف علمی و نیابت آدمی ہوں اور تیبہ صاحب سے بہت تعلقات
 قطعی طور پر ذاتی اور غیر سیاسی ہیں اس لیے کسی غلط فہمی اور جانبداری سے قلم اظہار میں
 سمجھنا تو دشوار ہے۔ اس مسئلہ نے صاحبین میں سادگی کی قوت کے لیے سرشتیہ کی باطن
 نشان دہی کرتے۔

میرے نزدیک ان صاحبین کی اشاعت کی پہلوؤں میں آہستہ:

۱۔ ایک نوبہ کہ شہادت کے الحاق کے لیے پتہ ابھارنا ہے اور ان

صاحبین کی عام طوروں کی رہائی ممکن نہیں ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ صاحبین اپنی علم اور اپنی افادیت کے علاوہ اُن اداروں

کے لیے خاص طور پر مفید ہیں جو تبلیغ اسلام کے لیے کوشاں ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ یہ منہاج میں خود مصنف کے ذہنی اور فکری ارتقا کے ابتدائی
 نقوش کو سمجھنے کے لیے ایک قیمتی تاریخی مواد کی حیثیت رکھتے ہیں۔
 ذرا غور سے یہ ہیں ان عناصر کی قدر و قیمت سمجھیں کسی انجیل کی افکار کی گہرائش و بین
 اس امر کا فیصلہ اس کتاب کا ہر قاری خود کر سکتا ہے۔ البتہ جو بات مرتب کی حیثیت
 سے نہیں ہیں اس کے کہ سگذاشتوں کو بہتے کہ ان میں اضافی موقیہ غلطیوں کا
 ایک نقصان تھا۔ اس لیے ہیں ان کو حذف کر دینا، بہت ضروری ہے۔
 یہاں یہ درج کرنا ضروری ہے کہ میں نے اس کتاب میں اپنی تشریحات کو
 جمع کیا ہے۔ وہ جو حیثیت مضمون شائع نہیں ہوئے ہیں بلکہ ایک اس اور ہر کی
 شکل میں لکھے گئے تھے۔ اس لیے ان کو مرتب کرنے اور ان کا تصدیق نامہ
 رکھنے میں مناسب دشواری پیش آئی۔ بہر حال میں نے ان کو کسی رد و بدل کے بغیر مرتب
 کیا ہے اور صرف گذشتہ شاعت میں ہم نے لکھا تھا یہ فقرے حذف کیے ہیں۔
 آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم حقوق اللہ اور
 حقوق العباد کو پوری طرح سے ادا کریں تاکہ ہم میں سے ہر فرد مبتلا اسلام میں رہے
 اور غیر مسلم ہماری سیرت اور کردار سے متاثر ہو کر اسلام کے سرچشمہ ہدایت سے
 فیض یاب ہونے کی طرف توجہ دیں۔ آمین

شہیر نیازی

سعود آباد — کراچی ۲۷

۱۳ فروری ۱۹۶۸ء

مسلمانوں کے کا ذوقِ تبلیغ

جب سے بعض نو مسلم قوموں میں ارتداد کی وبا پھیلی ہے ہندوستان کے مسلمانوں میں عام پھیل چکا ہے اور ہر طرف سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی آواز بلند ہونے لگی ہے۔ مختلف جماعتیں اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی بساط کے مطابق دعوتِ دین حق کی نئی نئی انتظام دہے رہی ہیں۔ اخبارات و رسائل میں اس کی اہمیت پر بڑا گرم بحثیں جاری ہیں۔ رسائلِ تبلیغ کی تحقیق کے لیے ٹیلیفون منعقد ہو رہی ہیں اور فی الجملہ اب محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں درحقیقت کوئی ذوقِ تبلیغ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن جب ہم اس مسئلہ پر غائر نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کے مسلمان اس ذوقِ تبلیغ سے بالکل بیزار ہیں جو کسی زمانے میں اسلام کی فاتحانہ قوتوں ہندوستان اور اس کی عالمگیر کشافی کا سب سے زیادہ کارگر تھے۔

لے غیر منظم ہندوستان مراد ہے ۱۹۱۵ء میں

اندروسی ذوق موجود ہوتا تو شاید ان کانفرنسوں اور مجلسوں کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اور غیبار کی چیرہ دستیوں سے ہمارے گھر میں ماتم بپا ہونے کے بجائے خود غیبار کے مجمع میں ہمارے مذہب کی بڑھتی ہوئی قوت سے کھلبلی مچی ہوئی ہوتی بعض وقت جب ہم غور کرتے ہیں کہ یہ اُس مذہب کے پیروؤں کی چیخ پکار ہے جس کے عناصر تزکیہ میں دعوت الی الخیر اور تبلیغ دین الہی کا فرض ایک لازمی عنصر کی حیثیت سے شامل تھا، جس کے داعی نے اپنی ساری زندگی خدا کا آخری پیغام اُس کے بندوں تک پہنچانے میں صرف کر دی تھی اور جس کے مقدس پیروؤں نے ایک صدی کے اندر اندر بحر الکاہل کے کناروں سے لے کر بحر اوقیانوس کے ساحل تک کلمہ حق کی اشاعت کر دی تھی تو ہم حیران ہو کر سوچنے لگتے ہیں کہ آیا یہ وہی مذہب یا ہم مسلمانوں نے بنی اسرائیل کی طرح اپنے پیغمبر کے بعد کوئی اور نیا مذہب بنا لیا ہے۔

ہماری زبانوں پر تبلیغ تبلیغ کا ورد جاری ہے اور ہم تبلیغ کے لیے انجمنیں بنا کر اسلام کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں مگر شاید یہ اسلام کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ اُس کے پیروؤں نے عیسائیوں کی طرح بھرتی سوسائٹیاں بنانے کی کوشش کی ہے یا اس بے تابی کے ساتھ تبلیغ کا شور مچا لیا ہے۔ اگر کامیابی کا حقیقی راز ہے انجمن سازیوں اور شور و شغب میں ہوتا تو یقیناً ہماری ترقی کی رفتار ہمارے اسلاف سے زیادہ تیز ہونی چاہیے مگر لیکن اس کے برخلاف ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ساز و سامان کو لے کر ہمارا قدم پیچھے اٹھ رہا ہے اور اُس بے سامانی کے عالم میں ہمارے اسلاف کی کامیابیوں کا یہ عالم تھا کہ ان کی بدولت آج دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کے پیرو موجود ہیں اور خود ہندوستان میں ہماری تعداد

سات کروڑ تک پہنچی ہوئی ہے۔ پھر آخر سوچنا تو چاہیے کہ ہم میں کس چیز کی کمی ہے
اور اشاعت اسلام کا آملی راز کیا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ آج یہ عقیدت کمزور رہا ہے مسلمانوں میں۔ پیدا ہونے میں ہے
رفتہ آج ہیں کہ ان میں سے مسلمانوں کی روح نکال گئی ہے اور ان کے پاس ہیں
کہ مسلمان ہونے کی حقیقت سے وہ باہر ہیں۔ اگر وہ اسلام کو سمجھتے ہیں اور انہیں معلوم
ہو جائے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد اور اس کا نصب العین کیا ہوتا ہے تو
یہ تبلیغ و اشاعت اسلام کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے۔

مسلمان کا مقصد زندگی

پروفیسر میکس ملر MAX MULLER کے بقول اسلام دراصل ایک تبلیغی
مذہب ہے جس نے اپنے آپ کو تبلیغ کی بنیادوں پر قائم کیا اسی کی قوت سے
ترقی کی اور اسی پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔ اسلامی تعلیمات پر غور کیجئے تو معلوم
ہو جائے کہ اسلام اگر کسی چیز کا نام ہے تو وہ صرف دعوتِ حق ہے اور مسلمان
کی زندگی کا اگر کوئی مقصد ہے تو وہ صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے
قرآن حکیم میں مسلمان کا مقصد حیات یہ بیان کیا گیا ہے :

كُنْتُمْ لِيَّ قَوْمًا خَالِدِينَ فِيْهِ لَا تَتَذَكَّرُوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَنْتُمْ كَاذِبُونَ

نہ یہ تم میرے قومی ہو۔ اب رہو منکر کا اور نہ یاد کرو کہ تم میرے قومی ہو۔

اور دنیا کے لیے اُس کے وجود کی ضرورت صرف یہ ظاہر کی گئی ہے کہ :

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
(آل عمران : ۱۰۴)

اُسے جگہ جگہ حکم دیا گیا ہے کہ :

اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَأُمُوعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل : ۱۲۵)

اور : فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَتَذَكَّرُ وَعَلَيْهِ ۝ (ق : ۲۵)

اور : فَذَكِّرْ تَقْدِشًا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ (الغاشية : ۲۱)

یہی تعلیم تھی کہ جس کا اثر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر سب سے زیادہ غالب تھا اور اُسی نے حضرات صحابہ کرام کی زندگیوں کو بالکل بدل دیا تھا۔ ان کی تقدس زندگیاں عبارت تھیں صرف دعوت و تبلیغ سے اُن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرتا، غرض ہر کام اپنے اندر یہ معنوی مقصد پوشیدہ رکھتا تھا کہ خدا کی طرف لوگوں کو بلا لائیں اور اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین کریں۔

جب تک مسلمانوں میں قرآن حکیم اور اُسوۂ رسول کی ان تعلیمات کا اثر باقی رہا اُس وقت تک ہر مسلمان کی زندگی ایک تبلیغ اور داعی کی کسی زندگی جیسی انھوں نے صنعت، تجارت، زراعت، حکومت اور دنیا کے سارے کام کیے مگر ان میں یہ لگن رہی کہ اسلام کی جو نعمت خدا نے ان کو عطا کی ہے اُس سے تمام نئی نوع انسان کو بہرہ مند کرنے کی کوشش کریں۔ وہ حقیقتاً اسلام کو دنیا کے لیے بہترین نعمت سمجھتے تھے اور اس لیے ان کا ایمان تھا کہ ہر انسان تک اس نعمت کو پہنچانا ان کا فرض ہے جو شخص جس حال میں تھا اسی سال میں وہ یہ فرض انجام دیتا تھا۔ ماعروں نے

نجات کے کام میں، مسافروں نے اپنے سفر کے دوران میں، قیدیوں نے اپنے
 قیدیوں میں، ملازموں نے اپنے دفتروں میں اور مزارعوں نے اپنے کھیتوں میں
 یہ تقدس خدایت انجام دی۔ اور یہ ذوق اس حد تک ترقی کر گیا کہ عورتوں کے
 نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی۔

اسلام کی قوت کا آئی سرچشمہ

یہی ذوق عظیم اسلام کی قوت کا آئی سرچشمہ تھا۔ آج جو دنیا میں پناہیں کر رہے
 ہیں، ان کے آگے ہیں اور دنیا کی مختلف نسلوں، مختلف قوموں اور مختلف ملکوں پر
 اسلام کی قوت کا عجب وہ صورت ہی ذوق تبلیغ کا نتیجہ ہے۔

اسلام کے دشمن کہتے ہیں کہ اس کی شاعت صرف تلوار کی پرمیشت
 ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہ صرف تبلیغ کی منت پذیر ہے۔ اگر اس کی
 زندگی تلوار پر منحصر ہوتی تو وہ تلوار ہی سے فنا بھی ہو جاتی، اور اب تلوار
 سے اس پر چٹنے چلے ہوئے ہیں وہ اسے فنا کرنے میں قطعاً کامیاب ہو
 جاتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات اس نے تلوار سے مغلوب ہو کر تبلیغ
 سے فتح حاصل کی۔ ایک طرف بغداد میں قتل علی بابہ تھا اور دوسری طرف کسٹار امیر اسلام کے

حکومت قائم ہو رہی تھی۔ ایک طرف قرطبہ (اندلس) سے اسلام لٹایا جا رہا تھا اور دوسری طرف جاوا میں اُسے کا علم بلند ہو رہا تھا۔ ایک طرف صقلیہ سے اُسے ختم کیا جا رہا تھا اور دوسری طرف جاوا میں اسے کو ایک نئے زندگے حال ہو رہی تھی۔ ایک طرف تاناری سے اُسے کے گلے پر چھری پھیر رہے تھے اور دوسری طرف وہ خود ان کے دلوں کو فتح کر رہا تھا۔ ایک طرف ترکے سے غلامی کا طوق پہنا رہے تھے اور دوسری طرف خود ان کے دل اپنے آپ کو اُس کے غلامی کے لیے پیش کر رہے تھے۔

اگر یہ اس کی تبلیغ کی فتح نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ آج اسلام کی فتوحات جنہیں شمشیری فتوحات کہا جا سکتا ہے دنیا سے مٹ چکی ہیں۔ اسپین فنا ہو چکا، صقلیہ مٹ گیا، یونان تباہ ہو گیا، مگر وسط افریقہ، جاوا، سماٹرا، چین اور جزائر ملایا جنہیں اُس نے تبلیغ کے ہتھیار سے فتح کیا ہے بدستور موجود ہیں اور اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ پر منحصر ہے۔ پھر کیا یہ تبلیغ مشنری سوسائٹیوں کے ذریعے کی گئی تھی؟ کیا یہ عظیم الشان فتوحات اسی بے عمل چنچ پکار کے ذریعے حاصل ہوئی تھی جس میں آج ہم مشغول ہیں؟ کیا یہ عالمگیریاں ان رسالہ بازوں، ان کاغذی لڑائیوں اور ان فلمی تزکنازیوں کی منت کش ہیں جنہیں ہم نے مسیحی مبلغین کی تقلید میں اختیار کیا ہے۔ تاریخ آل کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ اس مضمون میں ہم اسی مسئلہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔

اشاعتِ اسلام کے اسباب

اگر واقعات و حقائق کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تین چیزیں لازمی عنصر کی حیثیت سے شریک ہیں :
 ایک اُس کے سادہ عقائد اور دیکھنی عبادات ،
 دوسرے مسلمانوں کی زندگی میں اُس کی تعلیم کے حیرت انگیز نتائج ۔ اور
 تیسرے مسلمانوں کا ذوق تبلیغ ۔

پہلی چیز مثال سے پہل کر بتی دوسری بنا بات کو اچھا قیست اور قیاس کی
 ایک شفقِ زمینی کی طرح نچوڑے بھگتوں نور اور راست پرانی سبت ہیں جس بار
 ہیں ایک مثال کی مقبولیت کے لیے صرف اُس کی ذاتی خوبی ہی ضمانت نہیں ہوتی
 بلکہ اُس کے لیے ایسے کارکنوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو اُس کی خوبیاں اور فوائد
 لوگوں کے ذہن نشین کرانیں اور ایسے شاہد بھی درکار ہوتے ہیں جو اپنے اندر اُس

کے منافع کی عملی شہادت دیں اسی طرح دنیا میں اسلام کی اشاعت کے لیے بھی ان تینوں چیزوں کے سادہ یا اشتراکِ عمل کی ضرورت رہی ہے اور جب کبھی اس میں کسی ایسا کی کمی رہ گئی ہے تو غور و اشاعت اسلام کی تیز رفتاری پر بھی اس کا اثر پڑا ہے۔ یہ تینوں چیزیں کس طرح اپنا عمل کرتی ہیں اور ان کے اشتراکِ عمل سے کیا نتائج رونما ہوئے ہیں اس کو جاننے کے لیے ذرا تشریح کی ضرورت ہے۔

اسلامی عمت کی سادگی اور فطرت سے ہمہ تنگی

اسلامی عمت اس قدر سادہ اور دل نشین ہیں کہ ایک مولیٰ سے مولیٰ قتل و کشتی میں بھیج دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ نہ ان کے اندر کسی قسم کی پیرچہ پرچہ فتنہ فیت ہے۔ نہ ان میں کسی قسم کے ظلم و اداہم سے عام لیا گیا ہے۔ نہ ان کے اندر دُور از کار باتوں کو دخل ہے۔ چند نہایت صاف اور سیدھے اصول ہیں جنہیں عقل نہایت آسانی سے قبول کر لیتی ہے۔ درجنہیں قبول کر لینے کے بعد انسان کو اپنے اندر خود ایک حیرت انگیز انقلابِ شمس ہونے لگتا ہے۔ ان سب باتوں کے ساتھ ان کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر چیز نہایت صاف اور قطعی ہے جس کے اندر کسی قسم کے احتمالات نہیں ہیں۔ خدا کے متعلق اُس نے بالکل واضح عقیدہ پیش کیا ہے :

(الانبیاء : ۲۸)

أَتَمَّ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ

یعنی تمہارا خدا وہی ایک خدا ہے۔ اس میں دُنی کا ہرگز احتمال نہیں ہے :

(النحل : ۵۱)

لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ

اور اُس کے لیے کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
(إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝)

وَبَفَعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ — ابراہیم — يَخُكُّمُ مَا يُرِيدُ — امانہ — اُس کی
ذات والدین اور ولایت سے بھی مبرا ہے اور کوئی اُس کا ہمسر نہیں۔

الْمُبْدِي وَلَمْ يُؤْلَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ — (احقاف)

اُسے کسی قسم کے انسانی عوارض لاحق نہیں ہوتے۔

أَنَّهُ شَاقِبٌ مُّرَدٌّ لَا تَأْخُذُ زِينَةُ وَلَا نَوْمٌ ۝ — (بقرة)

آسمان اور زمین میں اُس کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں ہے جس سے انسان اُٹھ
اور استغانت کر سکتا ہو۔

لَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ سَمَوَاتٍ وَ الْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

لَهُ مِنْ قَوْلٍ وَلَا نَفِيرٍ ۝ — (بقرة: ۱۱)

وہی اس قابل ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے۔

أَوْ عِبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ — (نور: ۲)

اسی طرح رسالت کے متعلق بھی اُس نے کسی قسم کی اویہیت کا شبہ باقی نہیں

رکھتا ہے اور نہایت معنائی کے ساتھ یہ عقیدہ پیش کیا ہے کہ سوال ایک انسان کے

سوا کچھ نہیں ہوتا ہے خدا نے اپنے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب

فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ — اکہف: ۱۱

اور ہر قوم کے لیے خدا نے ایک ہادی بھیجا ہے (وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝)

اعمال اور انکی ذمہ داری کے متعلق اس نے پوری صفائی کے ساتھ مُتنبیہ
کیا ہے کہ یہاں کوئی گفتارہ اور بدل نہیں ہے ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار
ہے اور جو شخص جسے اعمال کرے گا اسے ویسی ہی جزا یا سزا ملے گی۔ (فَمَنْ
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) (الزلزال)

معاد کے متعلق اس نے ایسا صاف اور واضح عقیدہ پیش کیا ہے کہ
کسی مذہب کے بھی نہیں کیا۔ نہ اس میں بدھ مذہب کا بعید از عقل فلسفہ نجات
ہے نہ ویدک دھرم کا پیچ در پیچ فلسفہ تنازع اور نہ دہریت کا عقیدہ فنا ہے
کامل۔ بلکہ اس میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ عقیدہ پیش کیا گیا ہے کہ انسان
اپنی موجودہ زندگی کے اعمال کا نتیجہ اپنی آئندہ زندگی میں دیکھے گا اور اسی زندگی
وہی ہوگی۔

یہ عقائد اس قدر سیدھے سادھے ہیں کہ انسانی عقل انہیں آسانی کے ساتھ
قبول کر لیتی ہے اور اسلامی مبلغین کو ہمیشہ اپنی تبلیغ میں اس لیے کامیاب
ہوئے ہیں کہ وہ کوئی ایسے پیچیدہ چیز پیش نہیں کرتے جسے تسلیم کرنے سے عقل
ابا کر رہے ہو۔ ایک مشہور فرانسیسی عالم پر و فیس رائیٹ نے ان عقائد کے متعلق لکھا
ہے کہ: "ایسا عقیدہ جو اس قدر واضح فلسفیانہ سچیدگیوں سے اس قدر مبرا
اور اس قدر معمولی عقل پر آجانے کے قابل ہو اس میں یقیناً انسانی نفس کو
مستحضر کر لینے کے معجزہ ناکوت ہونے چاہیے اور نہ الواقعہً وہ ایسے قوت رکھتا ہے۔"

انسانی عقل پر ان عقائد کا جتنا گہرا اثر ہوتا ہے اس کا اندازہ نہایت آسانی
کے ساتھ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یورپین سیاح افریقہ

کی گالا قوم کے ایک آزاد شدہ غلام سے ملا جسے بچپن میں ساحل رنج سے پکڑ کر
جذہ میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ سیاح نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارے دل
میں اُن لوگوں کے لیے کوئی نفرت نہیں ہے جنہوں نے تم کو بااکیسی حق کے پکڑ کر
جانوروں کی طرح فروخت کر دیا؟ اس کے جواب میں اس حبشی غلام نے کہا
کہ :

”ہاں میرے دل میں طبعاً اُن کی طرف سے رنج موجود ہے مگر ایک چیز نے اُس کی
تلافی کر دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں اُن کی بددلت کفر کی جہالت سے نکل گیا
ہوں۔ میں اسے خدا کا فضل و کرم سمجھتا ہوں کہ میں اس ملک میں آیا گیا اور مجھے
اسلام کی نعمت حاصل ہوئی یقین کیجئے کہ ایمان کی ملاوت سے بڑھ کر کوئی ملاوت
نہیں ہے اور یہ ایسی ملاوت ہے جسے صرف دل ہی محسوس کر سکتا ہے، زبان
سے اس کا بیان ممکن نہیں۔“

اسلامی عبادات کی دلکشی اور جاذبیت

یہی حال اسلامی عبادات کا ہے ان میں کچھ ایسی دلکشی اور جاذبیت بھری
ہوتی ہے کہ مانٹھ سکیوں کے بقول کوئی دل اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔
سعید بن حسنؓ اس پر یہ کہے ایک یہودی نے لکھا ہے :

”میں خمس مسلسل دنوں کی عبادت کو دیکھ کر مسلمان ہوا ہوں۔ ایک دفعہ میں جامع مسجد
میں نماز کا منظر دیکھنے گیا۔ سب سے پہلے جس چیز نے میرے دل پر اثر کیا وہ خطبہ تھا
اُس کا ایک ایک لفظ میرے دل پر اثر کر رہا تھا اور خصوصاً جب خطیب نے کہا :

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج ————— (التغذ: ۹۰)

تو میرے دل میں ایسے مذہب کی بے حد عزت قائم ہو گئی جس کا خدا اتنی نئی تعلیم دیتا ہو۔ پھر جب نماز شروع ہوئی اور مسلمان پُرسے کے پُرسے باندھ کر کھڑے ہوئے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں جن کے سامنے خدائے نقاب ہو کر آئی ہے اور میرے دل نے کہا کہ اگر خدا نے دو مرتبہ بنو اسرائیل سے کلام کیا تھا تو اس قوم کے ساتھ وہ روز پانچ مرتبہ کلام کیا کرتا ہے۔

نماز کی یہ شان کہ اُس کے لیے نہ کسی پر وہبت کی قیادت نہ پادری کی نہ کسی مندر کی شرط ہے نہ گرجا کی۔ ہر مسلمان اماں بن سکتا ہے۔ ہر جگہ اُس کی مسجد ہے اور ہر شخص بلا استیجاز و وجہ و قومیت اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ نماز اس قدر بلا کی تاثیر اپنے اندر رکھتی ہے کہ متعصب و دشمنان اسلام بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آیات ان دیکھے خدا کی عبادت اس انداز کے ساتھ کہ محض اس کے ذہنی تصور سے دلوں پر خستہ و خستہ و خستہ کاری ہے اور تمام حركات و سکونات سے انتہائی عظمت و خوف کے آثار نمایاں ہیں۔ پتھر سے پتھر دل کو بھی موم کر دیتی ہے۔ پادری لیڈر اسے جس سے علمائے ہند کے حرکتہ الارامناظرے شاید ابھی تک لوگوں کی یاد میں محفوظ ہوں اپنی کتاب "MANKIND AND CHURCH" میں لکھتا ہے کہ:

کوئی شخص مسلمانوں کی اس عبادت کو دیکھ کر اُس کے اثر سے مغلوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ مسلمان خواہ کہیں ہو، سڑک پر چل رہا

ہو، ریلوے اسٹیشن پر جو دوکان پر بیٹھا ہو یا میدان میں ٹہل رہا ہو، اذان ہوتے ہی سب کام چھوڑ دیتا ہے اور ایک خدا کے آگے جھک جاتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جس شخص نے دہلی کی جامع مسجد میں اذاع کے دن پندرہ بیس ہزار مسلمانوں کو نہایت خاموشی اور خشوع و خضوع کے ساتھ دیکھا اور وہ اس منظر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس سے وہاں ہیں اس قوت کا اسکا مزہ دیکھتا ہے جو اس مذہبی نظام میں کام کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی دراندہ پنج دقتہ نماز کی باقاعدگی اور انتہائی شور و غل کے اوقات میں بھی ان کاسٹوں اور اطمینان سے اپنا فرض ادا کرنا اپنے اندر ایک خاص پیغام رکھتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے اثر مسلمانوں کی زندگی پر

غنائد و عبادات کے بعد دوسری چیز جو اپنی عملی تاثیر کے اعتبار سے اسلام کی اشاعت میں سب سے زیادہ کارگر قوت ہے، وہ مسلمانوں کی اسلامی زندگی ہے۔ اسلام اگر یہ اصول ہی پیش کرنا اودا اس کی تعلیمات میں وہ انتداب انجیریاں نہ ہونیں جنہوں نے وحشی سے وحشی قوموں کو بھی انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیا تو شاید دنیا اس کی طرف بہت کم مائل ہوتی لیکن اس نے اصول کے ساتھ اعمال بھی پیش کیے ہیں اور فی الحقیقت یہ انہی کی مقناطیسی قوت ہے جو دلوں کو اس طرف کھینچتی ہے۔

خدا کی وحدانیت، اس کی قدرت اور صرف اسی کے سزاوار استعانت ہونے

کے متعلق اسلام کی تعلیمات نے مسلمانوں کو اس قدر خود دار اس قدر صابر و شاکر اور اس قدر متحمل و مستقل مزاج بنا دیا ہے کہ وہ نہ کسی سے دُنیا میں ڈرتے ہیں نہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور نہ کسی بڑی سے بڑی مصیبت کے مقابلے میں ہایوس ہوتے ہیں۔ جزا و سزا اور یوم آخر کے متعلق اسلام کی تعلیم نے اُن کے اندر اتنی شجاعت و بہادری پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنی موجودہ زندگی کو فانی سمجھ کر ہر وقت اُسے خدا کے نام پر قربان کر دینے کے لیے تیار رہتے ہیں اور اُن کے خون کی حرارت دُنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ پرہیزگاری اور انقیاد کے متعلق اسلامی تعلیمات نے اُن کے اندر غیہ معمولی زہد و تقویٰ پیدا کر دی ہے اور شراب، چوری اور حرام فی جہرا تم سے احتراز کرنے میں وہ تمام مذاہب کے پیروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ انسانی مساوات اور اسلامی اخوت کے متعلق اسلام کی تعلیم نے ان کے اندر ایسی جمہوری رُوح بھونکائی ہے کہ نہ ان کے ہاں نسل و رنگ کا امتیاز ہے نہ ذات و پات کی قید نہ امیر غریب کا فرق اور قومیت و وطنیت کا تعصب۔ ہر شخص اسلام قبول کر لینے کے بعد اسلامی برادری کا ایک رکن بن جاتا ہے خواہ وہ کالا ہو یا گورا، امیر ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، بہر حال مسلمان اُس کو اپنا بھائی سمجھنے پر مجبور ہیں ورنہ نماز میں بڑے سے بڑے مسلمان کے برابر کھڑے ہونے کا حق رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی زندگی میں دوسری اسلامی تعلیمات کے اثرات بھی نہایت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ علم اور تہذیب و تمدن بنے جو اسلام قبول کرتے ہی وحشی سے وحشی قوموں میں گھر کر لیتا ہے۔

یورپ کے مسیحی مبلغین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ہیں کہ افریقہ کی وحشی سے وحشی قوموں میں اسلام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ مذہبیت کے آثار بھی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مساجد کی تعمیر مدارس کا قیام اجتماعی زندگی اور اس کے ساتھ تجارت اور خوشحالی کی نئی، یہ ایسی چیزیں ہیں جو رفتہ رفتہ اسلام کی اشاعت کے ساتھ افریقہ کی وحشیانہ زندگی کو تمدن و اختصار سے بدل دیتی ہیں اور انہیں دیکھ کر دوسری وحشی قوموں کو بھی وہی مذہب قبول کرنے کی خواہش ہوتی ہے جو ان کے ہم جنس و کو اتنی جلد ہی اتنے بندہ درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ تاریخوں میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ چینی مسیحی ہجرت میں جب بائبل نامی پیرا کی سب سے زیادہ قنور ریاست چینی میں پہنچا تو اس نے اسلام کی اشاعت شروع کی تو وہاں نہایت کثرت سے علماء و فضاہل پیدا ہو گئے اور جب بادشاہ نے اسلام قبول کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد کی تو اس میں دو ہزار چار سو علماء شریک ہوئے۔ اسلام کے ان مذہب پر اثرات نے عرب، ہندوستان، بھارت اور چین (اندلس) میں جو حیرت انگیز فتوحات چھوڑے ہیں ان کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں۔ تاریخ و آثار کی ان پر نہایت روشن شہادت موجود ہے۔

اسلامی مساوا کی انگریزی

اسلامی زندگی میں سب سے زیادہ مؤثر چیز مساوات ہے۔ وہ تمام ان قوموں کے لیے ایک آسمانی رحمت ہے جنہیں رمد و راج اور طاقت و اقتدار کی نعمتوں نے افسانیت کی نام سے نیچے رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اسلام ان کے لیے

پیغامِ نجات کا حکم رکھتا ہے اور زمانہ شاہد ہے کہ اُس نے ایسی ہزاروں قوموں کو فقرِ مذلت سے اٹھا کر آسمانِ عزت و شرافت تک پہنچا دیا ہے۔ اس شانِ مساوات نے اسلام کی اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور تقریباً تمام ان علاقوں میں جہاں ایسی مظلوم قومیں رہتی ہیں اسلام کی مقبولیت کا واحد ذریعہ

یہی چیز ہے — سر ولیم ہنٹر (SIR WILLIAM HUNTER)

بنگال کی نیچ ذات قوموں میں اشاعتِ اسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ :
 ”ان غریب مجیدوں، شکاریوں اور نیچ ذات کسانوں کے لیے اسلام ایک سماںِ رحمت بن کر نازل ہوا۔ وہ نہ صرف حکمران قوم کا مذہب تھا بلکہ اس میں اتنی مساوات بھی تھی کہ وہ اس کی بدولت خود ان لوگوں سے بھی زیادہ بلند درجہ حاصل کر سکتے تھے جو انہیں ذلیل خیال کرتے تھے (یعنی ہندو) اس بنا پر اسلام ملک کے سب سے زیادہ خوشحال صوبہ پر قابض ہو گیا۔ اگرچہ تاریخ میں کہیں کہیں جبر یہ اشاعت اسلام کی مثالیں بھی ملتی ہیں مگر اصل قوت وہ چیز نہیں ہے جس کا اسلام ممنون ہے، بلکہ وہ خود اس کی غریباں ہیں۔ اس نے اہل بنگال کی عقل کو اپیل کیا، ان کے سلتِ انسانیت کا ایک بلند مغوم پیش کیا، انسانی بروری کا ایک ایسا عجیب احوال قائم کیا جس سے وہ بالکل نا آشنا تھے اور ذاتِ پات کی قیدوں کو بالکل توڑ دیا۔“

جنوبی ہند میں زیادہ تر اسی مساوات کی بدولت اسلام نے ہندویت پر فتح پائی ہے۔ آج سے بیس پچیس سال پہلے ٹناوولی کے علاقہ میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ اس فتح کا ایک سبق آموز نمونہ ہے۔ اس علاقے میں

شمار نامی ایک قوم رہتی ہے جس کا شمار پنج قوموں میں ہوتا تھا۔ اپنی ہنرمندی و
 مستعدی کی بدولت اس نے کافی دولت پیدا کی اور تعلیم و معاشرت کے اعتبار
 سے عام ہندوؤں کے مقابلے میں اس کا درجہ بہت بلند ہو گیا۔ پھر بھی ہندوؤں
 کے ساتھ وہی ادا نت آئینہ سلوک کرتے رہتے جو آپھوتوں کے ساتھ وہ عام طور پر
 کرتے ہیں۔ اس سے شماروں کے جذبات کو سخت متاثر کیا تھا اور ان
 کے دل ہندو مذہب سے پھرتے جاتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ
 ہندوؤں سے ان کی سخت جنگ ہوئی اور ان میں چند شماروں کے ایک گروہ
 میں گئے۔ یہاں پر ہندوؤں نے ان کو سخت زد و کوب کیا۔ اس پر تمام شماروں
 نے مل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے دلیہ کے برابر تفریق چھوڑ کر شماروں کی تاریخ کو مسلمانوں
 کے اور جو ان جو اس باس کے دیہات میں اس واقعہ کی تاریخ پختہ ہوئی
 دست کے لوگ اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

افریقہ کے حبشیوں میں بھی انسانی مساوات اور اسلامی اخوت
 انشاء اللہ اسلام کی سب سے زیادہ موثر قوت ہے۔ مسٹر بلائیڈن اپنی کتاب
 "جیٹھٹ اسلام اور نیگرو نسل" (CHRISTIANITY, ISLAM & NEGRO RACE)

میں لکھتے ہیں:

جو کسی نسل پرست یا نسل کے متعلق یہ عقیدہ رائج ہے کہ وہ اسلام

لے گا، اور وہ رکھنا ہے تو وہ اب وہی ہے وہی اور وہی وہی ہے کہ وہی کیوں نہ ہو

اسے فوراً اپنی مساوی برادری میں ایک برابر کے رکن کی حیثیت سے شامل کر

لیا جاتا ہے اور نسل یا نسل قلمی ہی ہے کہ یہ نہیں بلکہ حقیقتاً نبیائی سمجھ کر اس کی

نماظر و اراست کی باقی ہے کہ وہ بہت بلدی اپنے لیے اسلام کی غیر معمولی نعمتوں
کو محسوس کر لیتا ہے۔ افریقہ میں اسلام کو عیسائیت پر جو تفوق حاصل ہے اس
کی نسبت بڑی وجہ یہی ہے۔

صوفی مبلغین اسلام کی خدمات جلیلہ

گزشتہ صفحات میں اشاعت اسلام کے وہم و سبب بحث کی جا چکی ہے۔ اب اس کے عملی پہلو پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ اُس آسمانی صداقت پر ایمان لانے والوں نے اس کی روشنیوں کو اقطاع عالم میں پھیلائے کسے کیسے کیا کیا کوششیں کی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اہل چیز تو دین اسلام کی ذاتی خوبیاں اور عملی نتائج ہیں جو ہر قلب سلیم سے اُس کو ایک ستارہ دین قبول کر لیتی ہیں لیکن دنیا کے مشاہدہ میں ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ چھتیاں سے اچھی مناسبتیں اگر اُس کا اشتہار نہ ہو تو رشتی رو بھاتی رہے اور بیچنے والے مستعد کارکن (AGENTS) بڑی سے بڑی مناسبت کے خریدار بھی بازار میں پیدا کر لیتے ہیں۔ جب تک کسی چیز کے ادھار اور منافع کو لوگوں تک پہنچایا نہ جائے اور دلوں میں اُس کے بے شوقی پیدا نہ کیا جائے اُس وقت تک مناسبت مناسبتیں کے سوا عام طبیعتیں اُس کی طرف

کم رجوع کرتی ہیں؛ اور اسی لیے ہر متاع کی کامیابی عموماً اُس کے سوداگروں کی سرگرمی، مستعدی اور قوتِ تشہیر پر منحصر ہوا کرتی ہے۔ یہی اصول مذاہب کی اشاعت پر بھی یکساں صادق ہے۔ اسلام خواہ کتنا ہی تپا اور بہتر مذہب ہو مگر اس کی اشاعت کے لیے صرف اُس کی ذاتی خوبیاں ہی کافی نہیں ہوجتیں بلکہ اس کے پیروں کا ذاتی تبلیغ بھی ضروری ہے۔ بلکہ زیادہ بہتر طور پر یہ ذاتی تبلیغ اشاعتِ اسلام کے ارادہ آج ملنے میں عملی رکوں کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسلمان کے ذوقِ تبلیغ کی ہاشمیری

آج سب سے اہلِ مسلمان اُس حیرت انگیز ذوقِ تبلیغ کا ٹھیک ٹھیک تصور ہی نہیں کر سکتے جو گزشتہ زمانے کے دیندار مسلمانوں میں عام کر جاتا تھا اور جو ہمارے وجودِ زمانہ میں بھی افریقہ، چین اور جزائرِ مالایا کے مسلمانوں میں عام کر رہا ہے۔ اُن لوگوں کے وظائفِ حیات میں سب سے زیادہ اہم وظیفہ اگر کوئی تھا تو وہ صرف اُس میں کی صداقت کو اپنی نورِ انسان کے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانا تھا جس کی روشنی سے اُن کے دل معمور تھے۔ اُن کے دلوں پر یہ عقیدہ پتھر کی بجائے پتھر کی جگہ تھا کہ مسلمان کی حیثیت سے اُن کی پیدائش کا مقصد صرف دعوتِ الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ وہ جہاں جاتے تھے یہی جگہ اُن کے مقصد تھا اور ان کی زندگی کے ہر عمل میں اُس کی شرکت لازمی تھی۔ وہ قریش کے ظالم سے بھاگ کر حبشہ گئے تو وہاں بھی انھوں نے صرف یہی کام کیا۔ انہیں مکہ سے نکل کر مدینہ میں امن کی زندگی نصیب ہوئی تو اپنی تمام قوتِ ممکنوں سے اسی تبلیغِ دین الی میں صرف

لے یہ اس زمانے کی بات ہے جب چپ پر کیونستوں کا قبضہ نہ ہوا تھا۔

کڑی۔ ان کو ساسانی و رومی تہذیبوں کے بوسیدہ تہہ گردیت کی خدمت عطا کی گئی
تو شام و عراق اور ایران و روم میں بھی انھوں نے صرف یہی مفتدس و سن انجام دیا۔

انہیں نہ انے زمین کے خلاف عطا فرمایا تو ان سے بھی انھوں نے عیش و پرست
زمین کے بلکہ خدا کے دین کے انشاء کرتے چلے گئے یہاں سے
نکلتے کہ ایک طرف اوقیانوس کے طوفانی موجوں نے انہیں روک دیا اور دوسری
طرف چین کے سنگین دیوار ان کے راستے پر حائل ہو گئی۔ وہ اپنے تجارت
کے مال لے کر چلے تو ان میں بھی ان کے دلوں پر یہ غم آتش پھیل گیا کہ رجب اور
انھوں نے افریقہ کے پتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ہندوستان کے سرسبز
وادیوں میں بحر الکاہل کے دور آفتادہ جزیروں میں اور یورپ کے سپید
زمین گھراؤں میں قتل و غارت کی روشنیوں کو بھیلایا۔

یہ ذوق تبلیغ یہاں تک ترقی کر گیا تھا کہ قیدیوں کی کڑی سے کڑی عینیں
جھیلنے لگی تھیں ان کے دلوں سے اس کی لذت تو نہیں ہوتی تھی۔ وہ انھیں
کوٹھڑیوں میں اپنے صحابہ سب کو بھی اسلام کی تبلیغ کرتے تھے ورنہ یہ سب کہ دار
پر بھی انہیں اگر کسی چیز کی تمنا تھی تو وہ ہر وقت بھی تھی کہ اپنے اخوانِ لمحات
زندگی کو اللہ پر پیدا کرے اس کے بندوں کو بچائے ہیں۔ وہ کہہ دیں۔
یہ یوں کہ ان کو ایک واقعہ شہریت کہ بہت حیرت بخیر نے وہاں کے
ایک ملتان ایہ کو دیکھا کہ ان کے موت کا خبر سنا دیا تو اس نے دنیا سے چلتے پھرتے
تو وہ اس پار کی کوئی مسلمان کہ آیا جو اسے سچیت کا پیغام نبات دیتا تھا۔
حضرت سیدنا و امیر سیدنا محمد بن عبد اللہ علیہ السلام کے متعلق کتب سیر میں لکھا ہے کہ

جہانگیر کی قید میں دو سال کا زمانہ انھوں نے محض قرینہ تبلیغ کی انجام دہی میں گزارا اور جب رہا ہوئے تو کسی سوہند و قید ہی کی برکت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ہمارے وجوہ زمانے میں کبھی مولانا محمد جعفر تھانویسری نے جو نابھہ دین سرحد سے ساز باز رکھنے کے الزام میں کاسہ پانی بھیجے گئے تھے، اندمان کے بہت سے قیدیوں کو مسلمان کر لیا تھا۔ مشرقی یورپ میں تو اسلام کی اشاعت نہایت مسلمانوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی جو نصاریٰ سے جہاد کرتا ہوا گرفتار ہو گیا تھا۔ قید کی حالت میں وہ پابہ زنجیر ڈان اور ڈینیوب کے درمیان غرقے میں بھیج دیا گیا اور وہاں اس کے خاص قلب کی روشنی اس قدر پھیلی کہ تھوڑے عرصے میں بارہ ہزار آدمی مسلمان ہو گئے اور چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تقریباً سارا عہد اسلام کی برکات سے معمور ہو گیا۔

مسلمان خواتین کا ذوق تبلیغ

اس عالمگیر ذوق سے مسلمانوں کی عورتیں بھی خالی نہ تھیں۔ تاتاریوں سے جن ہاتھوں نے مسلم کشی کی ہوار چھین کر اسلام کی اطاعت کا طوق پہنا یا تھا وہ انھیں ضعیف اور نازک عورتوں کے ہاتھ تھے جنہیں یہ لوگ مالک اسلامیت سے فائدہ بیاں بنا کر لے گئے تھے۔ غازیان شاہ کے بھائی اور بھائیوں خاں کو اس کی بیوی ہی نے مسلمان کیا تھا اور اسی کی بدولت ایلمانی حکومت ایک اسلامی حکومت بن گئی تھی چغتائی حساندان مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا مگر قرۃ العین کی مسلمان بیوی نے اسے سب سے پہلے اسلام سے متعارف کیا اور اسی کے اثر سے مبارک شاہ اور براق خاں مسلمان ہوئے۔ تاتاری فوجوں کے ہزار ہا سپاہی اپنے ساتھ مسلمان عورتوں کو لے گئے تھے۔

انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلنے کا فرشتہ ہر دوں کا مذہب اختیار کرنے کے
 جسکے آئین اور زیادہ تر ان کے بچوں کو مسلمان کر لیا اور ان کی بدولت
 تمام بلاد میں اسلام پھیل گیا۔ اسی طرح ملک بھش میں بھی خواتین نے اشیاء
 اسلام کا کام کیا ہے۔ چنانچہ متعدد اشیاء بھش بھیسوں کا تذکرہ تواریخ میں مذکور
 ہے جنہیں ان کے مسلمان پیروں نے اسلام کا حلقہ بکوش بنالیا تھا۔ سنو سی بھیس نے
 تو وہ ذاتیہ میں مستقل طور پر اشاعت اسلام کے لیے خواتین کے اداروں سے کام
 لیا ہے۔ چنانچہ وہاں سینکڑوں زمانہ مدارس قائم ہیں جن میں لڑکیوں کو اسلامی تعلیم
 دی جاتی ہے۔

صوفیہ کرام کی خدما خندوستان میں

مذہبوں میں جو جماعت سب سے زیادہ تبلیغ دین الہی کے ذوق و شوق سے
 گرم سعی رہی ہے وہ وہی صوفیہ کرام کی جماعت ہے جو آج ہندوستان میں اس
 طرف سے ترقی یافتہ ہیں۔ خود ہندوستان میں اولیاء صوفیہ نے جس
 بے نظیر استعداد اور دینی شغف کے ساتھ اسلام کی روشنیوں کو پھیلایا ہے وہ ہم سے
 آج کل کے نہ انتہائی صوفیہ کے لیے اپنے اندر ایک عمیق درسِ بصیرت رکھتا ہے۔
 یہاں کے سب سے بڑے اسلامی مبلغ حضرت خواجہ عین الدین امیری رحمۃ اللہ علیہ تھے
 جن کی برکت سے راجپوتانہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور جن کے بالواسطہ اور
 بلاواسطہ مریدین تمام اقطار ملک میں اسلام کی شمع بے ایت سے پھیل گئے۔ حضرت
 غیر منقسم ہندوستان یعنی موجودہ پاکستان اور بھارت میں ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے اطراف میں حضرت فرید الدین گنج شکر نے علاقہ پنجاب میں حضرت نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی اور اُس کے نواح میں حضرت سید محمد گیسو دراز، حضرت شیخ برہان الدین اور حضرت شیخ زین الدین اور آخر زمانہ میں (اورنگ آباد کے) حضرت نظام الدین نے فلک وکن میں اور دور آخر میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی نے دہلی و حوم میں یہی دعوت الی الہیہ اور تبلیغ و امر اسلام کی خدمت انجام دی۔ ان کے علاوہ دوسرے سلسلوں کے اولیائے عظام نے بھی اس کام میں انتھاک مستعدی سے کام لیا۔ پنجاب میں سب سے پہلے اسلامی مبلغ حضرت سید اسماعیل بخاری تھے جو پانچویں صدی ہجری میں لاہور شریف لائے تھے۔ اُن کے متعلق مشہور ہے کہ لوگ ہزار ہا کی تعداد میں اُن کے ارشادات سُننے آتے تھے اور کوئی شخص جو ایک مرتبہ ان کا وعظ سُن لیتا وہ اسلام لائے بغیر نہ رہتا۔ مغربی پنجاب میں اسلام کی شاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی کو حاصل ہے۔ علاقہ بہاولپور اور مشرقی سندھ میں حضرت سید جلال بخاری کے فیضانِ تعلیم سے معرفت حق کی روشنی پھیلی اور اُن کی اولاد میں سے حضرت مخدوم جہانیاں نے پنجاب کے بیسیوں قبائل کو مسلمان کیا۔ ایک اور بزرگ حضرت سید صدر الدین اور اُن کے صاحبزادے حضرت حسن کبیر الدین بھی پنجاب کے بہت بڑے اسلامی مبلغ تھے۔ حضرت حسن کبیر الدین کے متعلق نواہیج میں لکھا ہے کہ اُن کی شخصیت میں عجیب کشش تھی۔ محض اُن کے دیکھ لینے سے دل پر اسلام کی عظمت و صداقت کا نقش مرتسم ہو جاتا تھا اور لوگ خود بخود اُن کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

سندھ میں اشاعت اسلام کا اہلی زمانہ وہ بہت جلد حکومت کا دور ختم
 ہو چکا تھا۔ آج سے تقریباً چھ سو برس پہلے حضرت سید یوسف الدین وہاں تشریف
 لائے اور ان کے فیض اثر سے لوہانہ ذات کے سات سو خاندانوں نے اسلام
 قبول کر لیا۔ کچھ اور گجرات میں حضرت امام شاہ پیر نوخی اور ملک عبداللطیف
 کی مساعی سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بنگال میں سب سے پہلے شیخ جمال الدین
 تبریزی نے اس مقدس فرض کو انجام دیا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے
 مریدان خاص میں سے تھے۔ آسام میں اس نعمت عظمیٰ کو حضرت شیخ جمال الدین
 غازی اپنی اساتذہ کے جو سلمہ میں مدفون ہیں۔ شمس عالمی امام کا علم
 سب سے پہلے بل شاہ نامی ایک درویش نے بکرا اور ان کے فیض سے بہت سے
 زور جہ سلاطین و گجراتیوں میں صدر الدین کے نام سے مشہور رہا۔ پھر مولانا
 صدیقی بھڑائی سید علی بہائی نے سات سو سیدوں کے ساتھ ہمارے علاقے میں
 اور تادمینہ شمیمہ میں تین مقامات پر جماعت کے نورانی کو پہنچایا۔ حضرت عالمگیر
 کے عہد میں سید شاہ فرید الدین نے کشمیر کے راجہ کو ملایا کیا۔ ان کے
 ذریعہ علاقہ مذکور میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ وکن میں اسلام کی ابتدا پیر مہاجر
 کھاناہیت سے ہوئی جو آج سے سات سو برس پہلے بیاپور تشریف لائے تھے۔
 ایک اور بزرگ جو حضرت شیخ عبدالستار درجیلانی کی اولاد میں سے تھے۔
 ان کے ہاوی اور رہتے تھے۔ دھار وار کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ
 ہاشم گجراتی کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ابراہیم عادل شاہ کے یہ خطیفیت تھے۔
 ناسک میں حضرت مخدوم صادق مسرست اور خواجہ انور مہر شہیدی کی برکات کی

کا اب تک اعتراف کیا جاتا ہے۔ مگر اس بھی اپنی ہدایت کے لیے چند صاحب حال بزرگوں کا رہن منت ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور سید شاہ مدون تریپالی ہیں۔ دوسرے بزرگ سید ابراہیم شہید ہیں جن کا مزار ارداری میں ہے اور تیسرے بزرگ شاہ الحامد ہیں جن کا مدفن ناگور میں واقع ہے۔ نیوگنڈا کی طرف اسلامی آبادی عام طور پر اپنے اسام کو حضرت بابا فخر الدین کی طرف منسوب کرتی ہے جنہوں نے وہاں کے راجہ کو مسلمان کیا تھا۔

حضرت صوفیائے کرام کی انتہی تبلیغی سرگرمیوں کا اثر آج تک ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی جماعت اگرچہ مسلمان نہ ہو سکی مگر اب تک اسلامی پیشواؤں کی گرویدہ ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں صوبہ شمال مغربی (موجودہ صوبہ متحہ) کے ۲۳۲۳۶۴۳ ہندوؤں نے اپنے آپ کو کسی خاص دھرم کا پرستار بتلانے کے بجائے کسی نہ کسی مسلمان پیر کا پیغمبر کا ظاہر کیا تھا۔ افسوس کہ وہ لوگ ہندوؤں کی ایک کثیر آبادی پر اسلام کا غیر معمولی اثر چھوڑ گئے مگر آج ہم اس اثر سے بھی فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔

ہندوستان سے باہر

ہندوستان سے باہر بعض دوسرے ممالک میں بھی اس مقدس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں نے حیرت انگیز نتائج پیدا کیے ہیں خصوصیت کے ساتھ قرون متوسط کی تاریخ میں تو یہ واقعہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب قسطنطنیہ نے اسلامی حکومت کے قسطنطنیہ بوس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو تمام وسط ایشیا

یہ صرف ایک شوفیائے اسلام کی روحانی قوت تھی جو اس کے مقابلے کے لیے
باقی رہ گئی تھی اور بڑا نرا ہی ہے اس نام کے اس سب سے بڑے دشمن پر فتح حاصل کی۔
یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ یہ زبردست قوت بھی جس نے اقتدار
معاظم میں اسلام کی روشنی پھیلانی اور تادم کے زبردست قوت تک کو اس کے لیے مستحق
کر دیا جو قریب تک کہ وسط ایشیائے اس کو بالکل فنا کر دیا۔ آج باطل منضحل ہو
گئی ہے اور اگر ہمارے شرم حضرت متصوفین ہیں معاف کریں تو ہمیں اس امر
واقعی کے دکھانا ہے بھی کچھ نام نہ نہیں ہے کہ اب وہ اسلام کی برکات و فیوض سے
دنیا کو محروم کرنے کے بجائے بہت حد تک خود ہی غیر اسلامی مناسبات سے
مغلوب ہو کر رہ گئی ہے۔

افریقہ میں

موجودہ عہد میں یہ قوت صرف افریقہ میں زندہ ہے اور تبلیغ دین الہی کے
سلسلے میں اس کی عظیم الشان کامیابیاں ہمارے ملک کے شوفیائے کرام کے لیے
سرمایہ سعادت و اچھوت ہیں۔

ان صوفی جماعتوں میں ایک جماعت امیر غنیمت ہے جس کے بانی حضرت
امیر غنیمت نے ۱۲۵۲ھ سے ۱۲۵۳ھ تک مشرقی سوڈان کے مسلمانوں کی دینی اصلاح
کی اور اطراف میں بیسیوں ثبت پرست قبائل کو مسلمان کر لیا۔

دوسری جماعت قادریہ ہے مغربی افریقہ میں اس سلسلے کے لوگ
 نویں صدی ہجری سے موجود ہیں۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں ان کے اندر مہجرت ایک
 نئی زندگی پیدا ہوئی اور انھوں نے مغربی سوڈان سے لے کر مکیٹو اور سینگال تک اپنے
 حلقے قائم کر لیے خصوصیت کے ساتھ ٹانگا، ٹیمبو اور مسارو میں انھوں نے
 بہت بڑے حلقے قائم کر لیے اور نہایت کثرت سے بت پرست قبائل میں
 اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔ ان کا اصول یہ ہے کہ جب کسی آبادی میں اسلام
 کی اشاعت کر چکے ہیں تو وہاں کے ذہین اور صاحب استعداد لوگوں کو اپنے
 مرکزی حلقوں میں تعلیم کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ یا اگر ان میں زیادہ استعداد دیکھتے
 ہیں تو علوم دینی کی تعلیم کے لیے قیروان، فاس، طرابلس یا الزہیر (مسر) بھیج دیتے
 ہیں اور پھر واپسی پر اپنی بستیوں میں تبلیغ و تعلیم کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔
 اس کے علاوہ انھوں نے نہایت کثرت سے اندرون افریقہ میں مدارس قائم کر
 رکھے ہیں اور ان میں صحیح اصولوں پر وحشی قبائل کے لڑکوں کی تربیت کرتے ہیں۔

ایک اور سلسلہ "نجبانہ" کے نام سے مشہور ہے جو سب سے پہلے الجزائر
 میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے اصول تبلیغ تقریباً وہی ہیں جو سلسلہ قادریہ کے ہیں۔ مگر
 فرق یہ ہے کہ وہ تبلیغ کے ساتھ جہاد بھی کرتا ہے اور اس لیے عیسائی مشنریوں کو اس
 کے خلاف یورپی ہتھیار سے مدد حاصل کرنے کا اچھا خاصا بار باندھا جاتا ہے۔ اس
 کا حلقہ اتر شمالی افریقہ کا مغربی حصہ ہے اور اس کا سب سے زیادہ سرگرم داعی اٹان
 عمر تھا جو اپنے زہد و تقویٰ کے لیے افریقہ سے جہاز تک شہرت رکھتا تھا۔ اس

نے سلسلہ میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور بالائی ناچھریا اور سیڑھا ان کے بہت پر
قبائل کو مسلمان کر کے ایک زبردست سلطنت قائم کرنی بہتے آخر میں وہ ایسی سلطنت
نے پیوند خاں کر دیا۔

ان تمام باتوں میں سب زیادہ زبردست سنو سی جہا ہے بہت میں
ایک ترکہ ایک مشہور عالم سیدی محمد بن علی اور سنو سی نے طریقہ سنو سی کی ابتدا کی جس
کا تفسیر مسلمانوں کی اس سلسلہ اور فطرت اور یہاں کی اشاعت تھا۔
بانیس سال کے عرصے میں انہوں نے ایک ایسی زبردست باعث تیار کر لی جو ہر
نسل میں سنو سی کے نام سے زیادہ کمال ملتا ہے نامہ شخص جہا ہے خاصہ کی سون بیس ہوا
جو تھا اور جس کے ہر گھس کو نہ سنو سی کی تربیت دے کر سچا مسلمان بنا دیا تھا
اس میں تو ان سب کے لئے ایک طریقہ پر عمل کرنا تھا جس سے وہ دنیا کی پرستش و عزت
کی زیادہ نہ ہوئی اور تمباکو کا استعمال بھی وہاں اور جیسا ہوں سے نہ تھا سب
مشرع ہیں وہ شخص ایک پتہ ہوا اور ان کی زندگی کی ایک سلسلہ کے رہ گئے
ان کے لئے اس میں سب سے زیادہ سب سے زیادہ سب سے زیادہ سب سے زیادہ سب سے زیادہ
ناتوانی تو وہیں اور فقیہ کے سب سے زیادہ سب سے زیادہ سب سے زیادہ سب سے زیادہ
پیشہ ہو سکتے۔ اس کی تبلیغی کوششوں سے فقیہ کے ان تمام قبائل کی تبلیغ سنو سی
میں عمل بنادیا ہے جو نہ وقت برائے نام میں رہ گئے تھے اور یہ پیشہ اور ہر
کے عقائد تک اس اسلام کی ایک نئی روٹ پھونک دی ہے۔ قادیان سلسلہ کے لوگوں
کی حد تک ان کے ہاں کچھ صرف و غلط و عقیدے نہیں ہیں بلکہ یہ مسلمان بنانے کے بعد

نومسکون کو عملی تربیت بھی دیتے ہیں تاکہ وہ خود اپنے ہم جنسوں کو اس بار کی دعوت دے سکیں۔

ان افریقی جماعتوں نے وحشی قبائل میں جو عجیب زندگی پیدا کر دی ہے اس کے متعلق ایک یورپی سیاح لکھتا ہے:

”دریائے نائجیرا کے کنارے جب میں وسط افریقہ کی طرف روانہ ہوا

تو پہلے دو سو میل تک مجھے اپنے نیا ملک کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہوئی جو میں افریقی

وحشت و بربریت اور مردم خوری کے متعلق رکھتا تھا مگر جب میں وسط سوڈان

کے قریب پہنچ گیا تو مجھے قبائل کی زندگی میں ایسے ترقی پذیر آثار نظر آنے لگے جنہیں

دیکھ کر میری رائے بدلنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں مردم خوری کا کوئی وجود نہیں

ہے۔ بہت پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ شراب خوری وغیرہ کی عادات زائل ہو چکی

ہیں۔ تمام قبائل پٹے پہنتے ہیں اور لباس میں نفاست، پاکیزگی اور معاشرت

میں تہذیب موجود ہے اور معاشہ ہوتا ہے کہ ان کا اخلاقی درجہ اپنے ہم نسل قبائل

سے بہت بالا تر ہے۔ ہر چیز ترقی کرتی نظر آ رہی ہے۔ حبشی فطرت کسی بندہ تر

فطرت سے بدل رہی ہے اور یہ سب کچھ اس دم کے طفیل ہے۔“ تو کو با سے

گزرنے کے بعد میں اسلامی تبلیغ کے اصلی مرکز میں پہنچا اور وہاں میں نے ایک

اعلیٰ درجہ کی منظم حکومت کو کار فرمایا۔ ہر طرف آبادی میں تمدن کے آثار موجود

تھے۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی گرم بازاری تھی اور مجھے محسوس ہوتا تھا کہ

”میں ایک مہذب ملک میں ہوں۔“

اشاعت اسلام افریقہ میں

ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ مسلمانوں میں کبھی باقاعدہ منشیاتی سوسائٹیاں نہ وجود
 نہیں رہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہب کے تحت دین کو
 کسی نام سے ملنے تک محدود نہیں رکھا گیا ہے ہر مسلمان پر یکساں فرض کیا ہے کہ وہ بشرط
 امکان اپنی تمام قوتیں دین کی خدمت میں صرف کر دیں جس طرح عید مایوں میں ایک
 خاص جماعت کے سوا نہ کوئی جماعت مذہبی امور میں حصہ لیتی ہے اور نہ
 مذہبی شغف رکھتی ہے اسی طرح اگر مسلمانوں میں کبھی کوئی مذہبی طبقہ قائم کر دیا جاتا
 تو بہت ممکن تھا کہ ان میں بھی اپنے مذہب کی اشاعت کا ذوق صرف ایک طبقہ
 ہی جماعت تک محدود رہتا اور عام مسلمان اس سے بے بہرہ رہتے۔
 لیکن اس جمود مذہب کے لئے جو فیصلہ کا معیار صرف اعمالِ حسنہ کو
 قرار دیا ہے یہ بہت مشکل تھا کہ وہ برکت و سعادت میں بہت ہی تعلیم

(عمومیت) نہ رہتا۔ چنانچہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جسے
کے پیروں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا ذوق سب سے زیادہ پایا جاتا ہے
اور جس کا ہر فرد ایک تبلیغ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہم گذشتہ صفحات میں اس ذوق تبلیغ کی جہانگیری و کومیت پر بحث کر چکے
ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ اس مسئلے پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ اس ذوق عمیم نے
کس طرح ملکوں کو فتح کیا ہے اور وہ کون لوگ تھے جن کے ہاتھوں اسلام کو اس قدر
عالمگیر و وسعت حاصل ہوئی ہے۔ ہندوستان، ایران اور عرب و مصر وغیرہ
ممالک کو جانے دیجئے کہ یہاں مسلمانوں کو حکومت بھی حاصل ہوئی ہے اور اس لیے
مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت مکان ہے کہ ان ممالک میں اشاعت اسلام ہوا کی
رہیں نہ ہو۔ ہمیں افریقہ، چین اور جزائر ملایا کو لینا چاہیے جہاں تمام مخالفین
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کو تنہا استعمال کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور اس سے
زیادہ ممالک تیار و ترکستان کو لینا چاہیے، جہاں تاریخ کا صریح فتویٰ یہ ہے کہ
غیر مسلم اسلام نے مسلح کفر کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی ہے۔ ان مثالوں سے
ہم قارئین کرام کو یہ دیکھانا چاہتے ہیں کہ مذہبی شغف رکھنے والے مسلمانوں نے اس
دینی مقصد میں کی کس طرح خدمت کی ہے اور اگر ہم بھی اسی طرح مذہبی جذبے سے
متحرک ہو جائیں تو کس طرح تبلیغ و حفاظت اسلام کے ان مسائل کو حل کر سکتے ہیں جن
کے لیے کافر نسوں پر کافر نسین منعقد کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے
افریقہ سے بحث کریں گے۔

۱۔ برصغیر پاک و ہند

افریقہ میں آفتاب اسلام کا طلوع

مغربی سوڈان میں اسلام کی اشاعت سب سے پہلے ان نو مسلم بربروں نے کی جو تجارت کے سلسلے میں وہاں آتے جلتے تھے۔ ان بربری قبائل میں اطلونہ اور جدانہ نامی دو قبیلوں نے یوسف بن تاشیفین کے عہد میں تقریباً تمام مغربی سوڈان کو اسلام کی روشنیوں سے نور کروا دیا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں انہی بربری تاجروں نے مکہ کی حبشی ریاست کو مسلمان کر لیا اور اس کے بعد سوڈان کی قدیم ترین ریاست سوانغانی بھی ان کے ہاتھوں مسلمان ہوئی۔ چھٹی صدی ہجری میں ان کے اثرات دور دور تک پہنچ گئے اور اس کے بعد مسجد کا شہر تجارتی شہر اشانت سلام کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ حبشی لوگ تجارت کے سلسلے میں یہاں آتے تھے اور بربری تاجروں سے اسلام کی تہذیب گروں ہمارے تمام سوڈان اور لیبیا میں پھیل جاتے تھے۔ ان لوگوں میں مذہبی شغف اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ ان بطونہ جب وہاں پہنچا تو اس کے متعلق کہتا ہے کہ :

یہ نو مسلم قومیں ہیں اور نماز کی پابندی کا یہ عالم ہے کہ شجرے کے درختوں سے

سے جاکر یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہاں ہوتا ہے :

ان نو مسلم قوموں میں اسلام کی سب سے زیادہ کرم مند مائندہ قوم تھی جو تمام افریقہ میں اپنی عادات و خصائل کے اعتبار سے نہایت ممتاز قوم ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ہاشمیا قوم کے کسی کی کوششوں سے اس قوم کو لایا اور ہاشمیا قوم وہ ہے جو وسطی بالائی افریقہ میں نہایت ذہین و مستعد اور تجارتی قوم شمار ہوتی ہے۔ تقریباً

تمام سوڈان اور نائیجیریا کی تجارت پر قابض ہے اور گیانا سے لے کر قابو تک اس کے تجارتی کاروان آتے جاتے ہیں۔ اشاعت اسلام کیلئے اس تجارتی قوم کی زبردست کوششوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

مشرقی سوڈان میں اسلام کی اشاعت عربی ناجوؤں نے کی اور خصوصیت کے ساتھ جب مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہوا تو بہت سے عرب یہاں کر سوڈان کے علاقے میں پہنچ گئے اور انہوں نے اس علاقے میں دور دور اسلام کو پھیلایا۔ اس علاقے میں تونس اور طنجہ کے عرب ناجوؤں نے بھی اس فریضہ مقدسہ کو انجام دیا ہے اور خصوصاً جنوب غربی سوڈان اس سعادت مندی کے لیے انہی کا مشن اکش احسان ہے۔ بعد میں احمد نامی ایک عرب نے "دارفور" میں اسلامی حکومت بھی قائم کر دی جسے کئی سو برس بعد محمد علی پاشا نے اپنی حکومت میں جذب کر لیا۔

اٹھارویں صدی کے اواخر میں

اٹھارویں صدی کے اواخر میں بالائی افریقہ کے مسلمانوں میں ایک نئی تبلیغی روح پیدا ہوئی جس کی ابتداء شیخ عثمان دافودو سے ہوتی ہے۔ اس شخص نے عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر امرا المودن اور منی عن المنکر کی مردہ سنت میں دوبارہ جان ڈال دی۔ خصوصیت کے ساتھ فُلْبے قوم میں اس نے کچھ ایسا اسلامی جوش بکھیر دیا کہ وہ اسلام کی خدمت کے لیے سرکشت کھڑی ہوئی اور گوبہ کی قدیم ریاست میں بہت پرستی کا خاتمہ کر کے تمام بائبلینڈ کو افریقہ کی بنجاستوں سے پاک کر دیا۔ ۱۸۱۶ء میں جب عثمان دافودو کا انتقال ہوا تو وہ ملک باؤ

کاہل شو تخت سار بادشاہ تھا اور اس کی وسیع فکر و بین کہیں بہت پرستی کا نام و نشان
 تک باقی نہ رہتا۔ ۱۹۱۱ء میں انگریزوں نے اس اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا مگر
 باز ساداتِ فاضل قیوم کے ذوقِ تبلیغ پر اس حکومت کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ پناپنچہ اسی بیسویں
 صدی میں انھوں نے یورپ کے بہت پرست علاقہ کو اسلام سے روشناس
 کرایا۔ وہ دریائے ناختر کے جنوب تک دہلی میں کی اشاعت کی ہے۔ اعلیٰ
 کے علاقہ میں پہلی مرتبہ انھوں نے ۱۹۱۲ء میں پنا کا قلم شروع کیا اور چند ہی سال
 میں اس قدر ترقی کی کہ ۱۹۰۹ء میں دہلی کے ایک شہر میں بیس اور دوسرے میں
 بارہ مسجدیں بن گئیں۔ اسی طرح دریائے ناختر کے جنوب میں وہ ۱۹۰۹ء کے بعد
 اسلام کا پیغام لے کر گئے اور ۱۹۱۰ء میں یہ کیفیت ہوئی کہ اس علاقہ میں شعل
 جوت کوئی قبیلہ ایسا رہ گیا ہوگا جس نے اس صدی سے حق پرستی نہ ہی ہو۔

افریقہ کا مغربی ساحل مسلمانوں کا ایک اور تبلیغی میدان ہے۔ گیانا
 سیرالیون لائبیریا اور منڈی وغیرہ ساحلی علاقوں میں آج سے کوئی سو سو برس پہلے
 مسلمان تاجروں اور دیگر کاروباری آدمیوں نے تبلیغ اسلام کی ابتدا کی اور مختصر ہی
 مدت میں وہاں کی وحشت کو تہذیب و تمدن سے بدل دیا اور ۱۸۰۲ء میں سیرالیون
 کی ایک اسٹریٹ کمپنی نے وراعوام میں ایک درخواست پیش کرتے ہوئے لکھا تھا
 کہ :

”ہاں سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر آج سے ستر برس پہلے چند مسلمان تاجر
 آ رہے ہوئے تھے۔ عام مسلمانوں کی طرح یہاں بھی انھوں نے مدرسے قائم کر کے

اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی اور اس بات کا فہم کرایا جو شخص اسلام قبول کرے گا
 اُسے غلام بنا کر نہیں بیچا جائے گا۔ محفوضے عرصے میں یہاں تہذیب اور تمدن
 کے اثرات رونما ہونے لگے۔ آبادی بڑھ گئی۔ خوشحالی سے ترقی کی اور رفتہ رفتہ
 اس علاقے میں اسلام کا اثر سب پر غالب آگیا۔ لوگ فوج و رفوج مسلمانوں کے
 مذہب میں داخل ہو رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سارا علاقہ
 مسلمان ہو جائے گا۔

سیرالہیون سی کے لوگوں میں جو تبلیغ اسلام ہوئی اُس کے متعلق ڈاکٹر ویرگٹا
 کہتے ہیں :

”ان لوگوں کے ہاں کوئی خاص جماعت تبلیغ دین کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ
 ان کا ہر فرد مبلغ ہے۔ جہاں کہیں پانچ پچھٹھ مسلمان جمع ہو جاتے ہیں وہیں ایک مسجد
 بن جاتی ہے اور وہ چھوٹی سی عمارت ہی اس بستی میں اشاعت اسلام کا مرکز
 ہوتی ہے۔ ان کے اصول بھی نہایت سادہ ہیں۔ ہر شخص جو ظلم کرنا پڑھنے
 اور شراب پر ہینز کرنے کا اقرار کر لیتا ہے وہ ان کی عامیہ برادری کا ایک رکن
 بن جاتا ہے۔“

گیانایہیں اسلام کے سرگرم مبلغ یا ساقومہ کے تاجر ہیں۔ ان کی دہش محاشرت اور
 اغیازی شان و شہی قبائل کو ان کے گرد کھینچ لاتی ہے اور وہ نہایت کامیابی کے ساتھ
 انہیں اپنے مذہب میں داخل کر لیتے ہیں۔ داہومی اور نشانتی میں ان قوموں نے
 ابھی چند ہی سال سے کام شروع کیا ہے اور اس لیے تمام مغربی افریقہ میں یہی دو

عالمات ایسے ہیں جہاں ابھی تک ننھوٹا بہشت اند و ثبت پرستی کا نام و نشان باقی ہے
 لاگوں میں لکھنؤ کا بڑا زور ہے۔ ان کی آبادی تقریباً پندرہ ہزار تک پہنچ چکی ہے،
 جن میں فلسفی، فلسفہ اور انڈیولوجی کے لوگوں کے لوگ موجود ہیں۔ اپنے کاروبار کے
 سلسلے میں ان لوگوں کو دور دور تک جانا پڑتا ہے اور اس لیے ان کی بدولت تمام
 سوہاسل ناچیر یا اور گولڈ کو سٹ فور اسلام سے متور ہو رہا ہے۔ سینکڑوں کے
 وہاں سے لاکھوں تک دو ہزار میل کے ساحل پر تقریباً ایک ہستی بھی ایسی نہیں جہاں
 کم از کم ایک مسجد اور ایک دینی موجود نہ ہو۔ ہر مسلمان خواہ وہ تاجر ہو یا اہلکستان و
 فرانس و بھیم کا ملازم، اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ جس کافر و بت پرست سے
 بات ہے اس تک قرآن کی تعلیم پہنچا دینا ہے۔ اس زبردست ذوق تبلیغ نے
 عیسائی مشنریوں کی تمام امیدوں پر پانی پیس دیا ہے۔

مشرقی افریقہ بھی عربی مابروں ہی کے ذریعہ اسلام کی سعادت پہنچی ہے
 بہرہ اندوز ہوا۔ عیسویں صدی عیسوی تک ان لوگوں نے تمام سواحل رنج کو اسلام زدنا
 کر دیا تھا اور جلد جلد اسلامی بستیاں قائم ہو گئی تھیں مگر آل تبلیغی کام اس وقت شروع
 ہوا جب جرمنی، انگلستان اور آلمی وغیرہ نے ان ممالک میں نوآبادیاں قائم کیں اور
 اندرون ملک پہنچنے کے ذرائع مکمل کر دیے۔ اس وقت نظام حکومت قائم
 کرنے کے لیے ان سلطنتوں کو مسلمانوں کے سوا اور کوئی جماعت نہیں مل سکتی تھی۔
 چنانچہ نوٹ، پولیس، عدالت، تعلیمات، مالداری، غرض ہر محکمہ میں مسلمان بھرتی
 کیے گئے اور انھوں نے اندرون افریقہ میں پہنچ کر سب سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ

جو خدمت انجام دی وہ اسلام کی اشاعت تھی۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں انھوں نے بونڈی اور دادیگو قبائل کو تقریباً بالکل مسلمان کر لیا۔ ۱۹۰۵ء کے بعد وہ مغرب میں ٹانگانیکا تک اور شمال میں اوسمبارا تک اور جنوب میں نیاسا تک قرائی تعلیمات لے کر پھیل گئے۔ ۱۹۱۱ء میں اوسمبارا میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا بلکہ ان سے نفرت کی جاتی تھی، مگر جب باقاعدہ حکومت قائم ہوئی اور مسلمان افسروں نے پیچھے تو کھوڑے ہی عرصے میں تقریباً تمام وہ لوگ مسلمان ہو گئے جو سرکاری افسروں سے کوئی واسطہ رکھتے تھے اور اکثر ان مدارس میں اسلام پھیل گیا جہاں مسلمان مدرسے مامور تھے۔ اسی طرح نیاسالینڈ میں بھی دس سال کے اندر اندر اسلام نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور مسیحی مبلغین معترف ہیں کہ ان ممالک میں مسلمان بن جانا انسان بن جانا کا ہم معنی ہے۔

کیپ لونی میں اسلام کی اشاعت جزائر ملائیکے تاجروں نے کی ہے۔ یہ لوگ حکومت ہالینڈ کے زیر اثر ہونے کے باعث عرصے سے یہاں مقیم ہیں اور نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ۱۸۷۹ء میں کوبروک نے لکھا تھا کہ :

”ہمارے مبلغین کی انتہائی کوششوں کے باوجود مسلمان مبلغ نہایت کثرت کے ساتھ سیاہ رنگ غلاموں اور آزاد لوگوں کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہمارے مشنری کافی دقت اور کثیر روپیہ صرف کر کے بھی مشکل چند آدمیوں کو عیسائی کرتے ہیں، مگر مسلمان مبلغ بغیر کسی دقت کے ہم غنیمت اکٹھا کرتے

جا رہے ہیں۔

گزشتہ پچاس ساٹھ سال سے بیرونی مسلمان بھی یہاں پہنچ گئے ہیں اور انہوں
 نے تبلیغی کام میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ
 کلیہ امانت میں تبلیغ کا سب سے زیادہ زور ہے اور تقیم و لا وارث نیچے نہایت اثر
 کے ساتھ مسلمان ہو رہے ہیں۔

اشاعت اسلام چین میں

افریقہ کے بعد مسلمانوں کی تبلیغی فتوحات کا دوسرا میدان مشرق اٹلی ہے۔ یہاں بھی محض تاجروں، سپاہیوں اور عام کاروباری مسلمانوں نے محض اپنے طبعی ذوق اور اسلامی جوش کی بنا پر اسلام کی اشاعت کی اور باوجودیکہ انہیں دولت و حکومت کی کبھی تائید حاصل نہ ہو سکی بلکہ اکثر حالات میں دشمنوں کی تلوار کا منظر نامہ مقابلہ کرنا پڑا لیکن پھر بھی انہیں اپنے دین کی اشاعت میں اس قدر زبردست کامیابی حاصل ہوئی کہ اس وقت چین و جزائر ملایا میں ان کی مجموعی آبادی کسی طرح اکھٹو کر ڈھت کم نہیں ہے۔

چین میں اسلام کی ابتدا دولتِ ہوائیہ کے عہد سے ہوتی ہے۔ اگرچہ خلفائے راشدین ہی کے مبارک زمانے میں وہ عرب تاجر، جن کی بحری ٹرکٹازوں نے بحرِ عرب کے کوس بحر الکاہل تک تمام سمندروں کو چھان مارا تھا، سواحلِ چین پر

اسلام کو رکیپیل گئے تھے لیکن زرد قوم سے اسلام کا باقاعدہ تعارف اس وقت
 ہوا جب دولت بزمیہ کے عہد میں چینیوں سے سفارتی تعلقات بھی قائم ہو
 گئے۔ بعد میں جب بادشاہ سوآن کو ایک ناصب تخت سے محروم کر
 دیا تو اُس کے بیٹے نے خلیفہ منصور عباسی سے مدد طلب کی اور اُس نے چار
 ہزار سپاہی اُس کی مدد کو بھیج دیے جن کی قوت بازو کے فیصل اُس نے دوبارہ
 تاج و تخت حاصل کیا۔ یہ سپاہی اسلام کے پہلی مبلغ تھے۔ انہوں نے وطن واپس
 آنے کے بجائے چین سی کو اپنا وطن بنا لیا۔ یہیں شادی بیاہ کیے اور عام چینی آبادی
 میں تبلیغ اسلام کا ایسا سلسلہ شروع کیا کہ چند صدیوں کے اندر کنٹین کا سارا علاقہ
 اسلام کی روشنی سے معمور ہو گیا۔

اشاعت اسلام — منزل بہ منزل

اس وقت کے چھ سو برس بعد پھر ایک مرتبہ چین میں باہر سے اسلامی عناصر
 داخل ہوئے اور وہ تمام ملک میں پھیل گئے۔ یہ عرب اربانی اور ترک مہاجرین تھے
 جو ساتویں صدی ہجری میں منگولی سیلاب سے بہہ کر یہاں پہلے آئے تھے۔ ان لوگوں کی
 وجہ سے سوڈا ڈیہ سو برس کے اندر اندر چین کے اکثر اطراف میں اسلام کی اشاعت
 ہو گئی اور خصوصیت کے ساتھ شمالی اور مغربی چین میں پورے کے پورے علاقے
 مسلمان ہو گئے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں مارکو پولو کا بیان ہے کہ یunnan کا صوبہ
 بڑی حد تک مسلمان ہو چکا ہے۔ چودھویں صدی کا ایک اور مؤرخ لکھتا ہے کہ مالینو
 کی پورے آبادی مسلمان ہے۔ جنوبی چین کے متعلق ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ تمام شہروں

ہیں پورے کے پورے غنائے مسلمانوں کے موجود ہیں، جو اپنی پاکیزگی اور تہذیب کے اعتبار سے نہایت ممتاز ہیں مسلمان چینی عورتوں سے شادیاں کرتے اور عام چینیوں سے نہایت عمیق تعلقات رکھتے ہیں اور اس کی بدولت اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ پندرھویں صدی میں ایک مسلمان تاجر علی اکبر لکھنابے کہ پکنگ میں تقریباً تیس ہزار مسلمان خاندان آباد ہیں۔ سترھویں صدی کی ابتدا میں چینی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلمان ہو گئی۔ اٹھارویں صدی میں کین ٹنگ نے زنگاریہ کی بغاوت فرو کر کے دس ہزار خاندانوں کو وہاں لے جا کر آباد کیا جو آس پاس کی اسلامی آبادی سے متاثر ہو کر سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ "شیان ٹنگ" میں ایک قحط کے موقع پر مسلمانوں نے دس ہزار چینی بچوں کو پناہ دی اور ان سب کو مسلمان کر دیا۔ ایک اور قحط کے موقع پر کوآن ٹنگ میں مسلمانوں کو تقریباً دس ہزار چینی بچے مل گئے جنہیں اسلامی تربیت دے کر پالا گیا۔ اس طرح کے غیر معمولی مواقع کے علاوہ عام حالات میں بھی مسلمان اس کثرت سے اسلام کی اشاعت کرتے ہیں کہ ایک چینی مسلمان سید سلیمان کے بقول ہر سال اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد کا احصاء کرنا بہت مشکل ہے۔

موجودہ عہد میں بھی چینی مسلمانوں کے اندر تبلیغ اسلام کا خاص ذوق موجود ہے۔
 تاجروں اور صناعتوں کے علاوہ حکومت کے مسلمان ملازم بھی عموماً مسلمان کے ساتھ ان حلقوں میں دین مبین کی تبلیغ کرتے ہیں جن سے انہیں میل جول کا موقع ملتا ہے اور

چینی فوج کے مسلمان انسراور سپاہی بھی اس فرض سے غافل نہیں ہیں کچھ عرصے
 سے چینی مسلمانوں نے اپنی پوزیشن کو محسوس کر کے تبلیغ اسلام کی اہمیت کو زیادہ اپنی
 طرح سمجھ لیا ہے چنانچہ پہلے کانسو میں ایک تبلیغی مدرسہ قائم کیا گیا تھا اور اب
 تقریباً دس شوبوں میں ایسے ہی مدارس قائم ہو گئے ہیں۔ اگر چین میں باہر سے آنے
 ہوئے مسلمانوں کا شمار کیا جائے تو شاید ان کی تعداد اب لاکھ سے متجاوز نہ ہو مگر صرف
 یہی عالمگیر ذوق تبلیغ ہے جس نے انہیں پانچ کروڑ کی عظیم اشان تعداد تک پہنچا دیا
 ہے اور جس کی بدولت ایک روسی بصریہ دیکھ کر کانپ اٹھتا ہے کہ اگر شاعت اسلام
 کی رفتار کا یہی حال رہا تو کچھ عجب نہیں کہ ایک وقت میں مسلمان ریاست مشرق وسطیٰ
 کا نقشہ اعلیٰ بدل دیں گے۔

۱۰ اشتراکیت کے سیدائے بعد چین میں اہل اسلام پر جو حیثیت برتری سے اس کا دانش انداز اس
 زمانے کے اور موجودہ زمانے کے مثلاً کا مقابلہ کرنے سے باہمی باجائے ہے۔ اشتراکیت کے وقت
 مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ سے زائد تھی لیکن ۱۹۶۱ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق یہ تعداد کم
 ہو کر صرف ایک کروڑ رہ گئی ہے۔ ذہن پر ڈال دلی الا افسار۔

اشاعتِ اسلام، جزائرِ ملایا میں

جزائرِ ملایا میں اسلام کے مُبلِّغ وہ عربی اور ہندی تاجر تھے جو بحری سفار کے میدان میں پرتگال کے قدم رکھنے سے پہلے تمام چین اور جزائرِ شرقِ الہند کی تجارت پر قابض تھے۔ وہ اسپینیوں اور پرتگالیوں کی طرح فاتح بن رہے تھے اور نہ تلوار کی مدد سے اپنے مذہب کی اشاعت کرنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس ایسی بھی کوئی قوت نہ تھی جس سے وہ بالآخر قوت بن کر رہتے۔ وہ صرف ایک ایمان کی قوت رکھتے تھے۔ ایک حق و صداقت کی متاع کے لئے تھے۔ انہی متخیروں سے اُنھوں نے تمام جزائرِ ملایا کو فتح کیا۔ انہی کے بل پر اُنھوں نے حکومتوں کو تسخیر کیا اور اُنہی کی قوت سے اُنھیں یہ فروغ حاصل ہوا کہ تپو سو برس کے اندر مجمع الجزائر کی پانچ کر ڈر آبادی میں سے چار کر ڈر کے قریب مسلمان ہو گئی۔ قدیم بُت پرستانہ توہمات نے اُنھیں قدم قدم پر روکا۔ ہسپانیہ اور پرتگال کی سفارتی

۱۔ مراد ہیں جزائرِ شرقِ الہند جو اب انڈونیشیا اور ملائیشیا کہلاتے ہیں۔ انھوں نے اُن کی فیڈریشن میں جاوا، سماٹرا،

بونہ، راول، سٹن، سیلبیس، رسل، لیبی، مغربی نیو گنی، ویسٹ ایریاں، اور جزائرِ چھوٹے چھوٹے جزائر شامل ہیں؛ اور فیڈریشن آف ملیشیا، لایا، گیارہ ریاستوں اور برطانوی شاہان بورنیو (صباح) اور ساراواک شامل

ہونے کی بار بار ان پر تلوار سوخت کر کھڑی ہو گئی اور بالینٹ کی سچی قوت نے ان کی ہمت شکنی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا مگر کوئی چیز ان کے جذبہ ہمت دین پر غالب نہ آسکی اور انہوں نے اپنی ذہانت، مستعدی، استقلال اور دولت کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے بجائے اپنے مذہب کی قوت بڑھانے میں صرف کر دیا۔ ان کی کوششوں سے گزشتہ چھ صدیوں کے اندر جزائرِ یابا میں جس طرح اسلام کی اشاعت ہوئی ہے اس کی داستان نہایت سبق آموز ہے۔

سماٹرا

سماٹرا میں اسلام کی ابتدا انجھ سے ہوئی جہاں ایک بزرگ عبد اللہ عارف نے سب سے پہلے صدائے حق بلند کی اور اس کے بعد ان کے مرید پیمان الدین نے پیمان تک تمام مغربی ساحل کو اسلام سے روشناس کرادیا۔ سماٹرا میں پوری ریاست انجھ نے اسلام قبول کر لیا اور خود راجہ بھی مسلمان ہو گیا جس کو "جاوا شاہ" کا لقب دیا گیا۔ یہاں سے ساحل کی تجارتی کشتیوں پر اسلام شمالی سماٹرا میں پہنچا۔ پراک اور کپوری میں مسلمانوں کی تجارتی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ چودھویں صدی عیسوی میں ککے کے چند علمائے شیخ امامیل کی سرکردگی میں سماٹرا پہنچے اور انہوں نے لمبری سے آرتاک تک ساحلی علاقے کو نور اسلام سے منور کر دیا۔ آخر سمندر کا راجہ مسلمان ہو گیا جس کو "المائک انصارح" کا لقب دیا گیا، اور اس کی کوششوں سے پراک کی ریاست بھی

۱۷۰۰ء میں پرتگیزیوں کی ۱۵۱۲ء کو برطانوی سلطان سے آزاد ہوا اور اندویشاؤ لہ لہ کی طویل مدتی سے جوٹ
۱۷۰۰ء میں ۱۹۵۰ء کو حاصل ہوئی۔

مسلمان ہو گئی۔ ابن بطوطہ اپنی سیاحت کے دوران میں جب یہاں پہنچا تو "الملک المسما" کا بیٹا "الملک" نظر آہر "حکمران تھا اور سلطان محمد تغلق سے اس کے سفارتی تعلقات قائم تھے۔

پالمپانگ میں ہندو مذہب کا اثر سب سے زیادہ قوی تھا۔ پندرھویں صدی کے وسط میں راجن رحمت نے جو بہاؤ کا سب سے بڑا اسلامی مبلغ تھا یہاں اسلام کی اشاعت کی اور اس کے بعد بھی اسلام کا اثر پھیلتا رہا۔ مگر اس عرصے کو صحیح معنوں میں اسلام کی نعمت اُس وقت پتیر ہوئی ہے جب یہاں ہالینڈ کی حکومت قائم ہونے کے بعد مسلمانوں نے عیسائی مشنریوں کے مقابلے میں انتھاک کو شیشیں شرع کی ہیں چنانچہ بیسویں صدی کی ابتدا سے یہاں کی بہت پرست آبادی نہایت کثرت کے ساتھ اسلام قبول کر رہی ہے۔

جنوبی سماٹرا میں اسلام کی اشاعت سب سے آخر میں ہوئی۔ یہاں اسلام کا پہلا دعویٰ ایک جاوی سردار بنک کمالا بومی تھا جس نے بنٹام میں اسلام قبول کیا مگر جا کر عوام اسلام پیہ کی تحصیل کی اور پالمپانگ میں نہایت کثرت سے بہت پرست قبائل کو مسلمان کیا۔ اب تمام جزیرہ سماٹرا میں صرف ایک بنگ ایسا متقا رہ گیا ہے جہاں قدیم بہت پرستی کا اثر ہے۔ اس علاقے نے اُس زمانے میں تو اسلام کی حلقہ جو اختیار نہیں کی جب کہ وہ ہر طرف سے طاقتور اسلامی ریاستوں کے درمیان گھرا ہوا تھا مگر اب ہالینڈ کی سخت گیر مسلم کش حکومت قائم ہونے کے بعد وہ اسلام کی

اشاعت قبول کر رہا ہے۔ ہائیڈرو پاور کی قوت بہت اسلام کی اشاعت کو روکنے کی کوشش کی مگر اس سے مسلمانوں کا جوش تبلیغ بہت زیادہ تیز ہو گیا اور انہوں نے مسیحی مبلغین کو شکست فاش دی چنانچہ خود ایک مشنری کا بیان ہے کہ ایک موقع پر پورے دو کاؤں جو ہفتہ وار چکے تھے، دفعتاً مسلمان ہو گئے۔ یہی طرح ایک اور جگہ صرف ایک امام مسجد کی کوشش سے پندرہ دن کا پورا ضلع مسلمان ہو گیا۔ ایک اور مبلغ کے متعلق عیسائی مشنریوں کا بیان ہے کہ اس نے دس سال کے عرب میں بہت پرستوں کے ایک قبیلہ کو عیسائیت کے اثر سے نکال دیا۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود حکومت ہائیڈرو پاور کی ملازم بھی تبلیغ اسلام کا ہر کرتے ہیں اور حکومت اس کام کی مخالفت ہونے کے باوجود انہیں روکتے ہیں کامیاب نہیں ہوئی۔

جو ریڈ ہاٹ سے اسلام کا اثر جزیرہ نما ہے، یہاں پہنچا۔ بارہویں صدی عیسوی میں ہاٹل کے بہت سے مسلمان تجارت کی غرض سے ہاٹل پور میں جا کر آباد ہوئے اور ایک صدی بعد انہوں نے ہاٹل کی بندرگاہ میں اپنی نوآبادی قائم کی۔ ان کی کوششوں سے سواہل کی اکثر خوش رقی آبادی مسلمان ہو گئی اور ان کے ذریعہ اندرون ملایا اسلام کی اشاعت ہوئی۔ چودھویں صدی عیسوی میں یہاں کا راجہ بھی ایک عرب تاجر سیدی عبدالعزیز کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام سلطان محمد شاہ رکھا گیا۔ سولہویں صدی کی ابتدا میں ملایا کی جنوبی ریاست کو پڑا بھی اسلام کے اثر میں آگئی اور آٹھویں صدی میں وہاں کے راجہ پیراؤنگ مہاڈھس نے ایک مسلمان عالم شیخ عبداللہ

کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جس کا نام سلطان مزلت شاہ رکھا گیا۔ اس راجہ نے
اپنی ساری زندگی اسلام کی اشاعت میں صرف کر دی اور مرنے سے پہلے ریاست
کو پیداکے ایک بڑے حقے کو بت پرستی کی لعنت سے آزاد کر دیا۔
لہذا اسے اسلام کا اثر سیام پہنچا اور سنگاپور کے مسلمان تاجروں نے اسے
ہندوستانی تک پہنچا دیا۔ اس وقت ان دونوں ممالک میں اسلام کا جتنا اثر پایا جاتا
ہے وہ سب انہی تاجروں کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

جاوا

جو اثر ملایا میں ہندویت اور بت پرستی کا سب سے زیادہ اثر جزیرہ جاوا میں تھا۔
مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیمات کے باوجود اوہام پرستی کے عقائد صدیوں تک ان لوگوں کی
طبیعتوں پر مستحکم رہے اور منو کی دھرم شناسٹر کے رواج کا نوشتہ تک پتہ چلتا
ہے۔ لیکن ان تمام عمیق اور راسخ اثرات کو اسلام کے خاموش مبلغوں نے صدیوں
کے اندر بالکل دور کر دیا اور اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جزیرہ جاوا کی آبادی
استثنائے قلیل مسلمان ہو چکی ہے اور جاوی مسلمانوں کا شغف دینی شوق الہند
کے جزائر میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

اس عظیم الشان کام کی ابتدا ایک جاوی تاجر حاجی چروانے کی جو یا جاوہان
کے راجہ کا بڑا بیٹا تھا۔ اس نے تخت و تاج اپنے چھوٹے بھائی کے لیے چھوڑ
دیا اور خود مال تجارت لے کر ہندوستان پہنچا۔ یہاں آکر متاع دُنیا کے بھنے

متاری آخرت اُسے نصیب ہو گئی اور اُس نے سب کچھ چھوڑ کر اپنی زندگی کا مقصد صرف اس نعمت سے اپنے ہم وطنوں کو بہرہ در کرنا قرار دے دیا۔ چنانچہ ایک عرب مادر کوٹے کو جلا وطن بنا دیا اور تمام عمر اسلام کی خدمت گزار رہا۔ اس کے بعد عربی اور ہندی تاجروں اور سیاحوں کی توجہ اس جزیرہ کی طرف منعطف ہو گئی اور انھوں نے ثروت سے یہاں آکر سواہل پر اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔ اس قسم کے سیاحوں کی بڑی جماعت چودھویں صدی میں مولانا سید ابراہیم کی زیر قیادت ریسک میں وارد ہوئی اور اس کو جلاوا کی تاریں میں سب سے پہلی مرتبہ یہ کامیابی حاصل ہوئی کہ پیران کے راجہ نے اسلام قبول کر لیا اور یہیں سے قریبی ریاستوں میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

راڈن حمت کا طوطا حمت

چندرھویں صدی میں جزیرہ جلاوا کا سب سے بڑا اسلامی مبلغ راڈن حمت پیدا ہوا جس نے اسلام کو غربت کے بویے سے اٹھا کر بادشاہی اور بالادستی کے تخت پر پہنچا دیا۔ اُس نے شاہانہ ماز و نعم میں پرورش پائی تھی اور اگرچہ تہ تو خود بھی کسی تخت کا مالک بن جاتا مگر اُس کے دل میں اپنی نفسانیت کی خدمت کے بجائے اپنے مذہب کی خدمت کا جوش بھرا ہوا تھا۔ اس لیے اپنی زندگی کا مقصد وجہ صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کو قرار دیا اور ”وَ اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَخْرَبِينَ“ کے ارشاد ربانی کے مطابق سب سے پہلے اپنے خاندان سے تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اُس نے اپنے

نانا کو جو چمپا کاراجہ تھا، اسلام کی دعوت دی پھر پالم بانگ "پہنچا اور اپنے رشتے کے
 بھائی آریہ دام کو جو راجہ کی طرف سے وہاں کا گورنر تھا مسلمان کر لیا۔ اس کے بعد
 مولانا جہادی الحکیمی کی معیت میں "ماجاپاہست" پہنچا اور راجہ کو جو اس کا خانو تھا،
 اسلام کی دعوت دی۔ راجہ نے خود تو اسلام قبول نہیں کیا مگر اسے اپیل کا گورنر مقرر
 کر کے پوری آزادی کے ساتھ اشاعت اسلام کی آزادی دے دی پھر پانچہ اس نے
 اپنے زمانہ گورنری میں اپیل کے تقریباً تین ہزار خاندانوں کو مسلمان کیا اور اسلامی مبلغین
 کی ایک بڑی جماعت کو اطراف و جوانب کے جزیروں اور ریاستوں میں بکھلا دیا۔
 شیخ خلیفہ حسین جس نے مدورا کو اسلام کی روشنیوں سے مہر کر دیا تھا، اسی کا
 فرستادہ تھا۔ مولانا اسحاق جنہوں نے ریاست بانگن میں اسلام کی اشاعت کی
 اسی کے فیض یافتوں میں سے تھے۔ راڈن پا کو جس نے کریسک کے علاقہ میں
 بہت پرستی کا کھوج مٹا دیا تھا، اسی کے فیض تربیت کا پروردہ تھا۔ خود اس کے دونوں
 بیٹے بھی جاوا کے مشہور اسلامی مبلغین میں شمار ہوتے ہیں اور اس کے دو قریبی رشتہ دار
 راڈن پٹہ اور راڈن حسین جاوا کی تاریخ میں اس حیثیت سے بہت مشہور ہیں کہ
 انھوں نے ہندو مذہب کی سب سے بڑی قوت یعنی "ماجاپاہست" کو قطعی طور پر مٹا
 کر لیا۔ راڈن حسین نے "ماجاپاہست" کی فوج کو سب سے سالار ہونے کی حیثیت سے
 اسلام کی طرف دعوت دی اور راڈن پٹہ نے ۱۴۷۵ء میں کفر کو آخری شکست دے
 کر "ماجاپاہست" کو ایک اسلامی حکومت بنا دیا۔

مغربی جاوا میں اشاعت اسلام کا کام اس سے بھی زیادہ مشکل تھا کیونکہ

1 Majapahit.

2 Raden Paku.

3. Raden Patah.

وہاں کے ہندو عام جاویوں سے بھی زیادہ سخت انتہا سے ہتھیار لگے۔ اگرچہ وہاں مسلمان
 من الہ بن پیر پورنی جیسے زبردست اسلامی تبلیغیوں نے بڑی سرگرمی سے اسلام
 کی تبلیغ کی مگنی لیکن ہندو مت ایک عرصے تک دین الہی کا مقابلہ کر رہا رہا : یہاں تک
 کہ سولہویں صدی میں ہندی کی آخری فتح ہوئی اور پانچا بھارت کی ہندو ریاست کلیتہً
 مسلمان ہو گئی۔

اس طرح بارہویں صدی سے شروع ہو کر سولہویں صدی تک چار سو برس کے
 عرصے میں جہیزہ جاوا کی تسخیر مکمل ہو گئی اور بغیر کسی قتل و خون کے ہندو مت یقیناً
 قوتوں سے ہندو مت نے اسلام کے مقابلے میں ہتھیار ڈال دیے۔

مجموعہ جزائر ملکا

جاوا کے بعد اسلامی قوت کا دوسرا خزانہ "مجموعہ جزائر ملکا" ہے۔ یہاں اسلام
 کی اشاعت بہت بعد میں ہوئی ہے۔ بلکہ اکثر مقامات پر تو ہسپانی اور پرتگالی تجارت
 اور اسلام دونوں ساتھ ساتھ پہنچے اور پھر مسلمان تاجروں نے جنگ آزما سچیت
 کے مقابلے میں اپنے مذہب کی کامیاب تبلیغ کی۔ پندرہویں اور سولہویں صدی
 عیسوی کے درمیان یہاں جاوا اور ملایا کے تاجروں نے جو لوگ اور میلے کے
 تہاڑ بھر کر لائے تھے، اسلام کی اشاعت شروع کی اور مختصر سے ہی عرصے میں ان
 کے ذوق تبلیغ نے یہ کرشمہ دکھایا کہ پورے مجموعہ جزائر میں اسلام پھیل گیا اور چار
 زبردست اسلامی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ایک ٹرنیٹ کی حکومت مگنی جس کا سلطان
ٹرنیٹ الماہرہ کے ایک عقول جیسے حکمران تھا۔ دوسری ٹیڈور کی حکومت مگنی،

جس میں جزیرہ ٹیدور^۱، الماہرہ^۲ کا ایک حصہ، سیرام کا ایک حصہ اور نیو گینا کا مغربی حصہ شامل تھا۔ بقسری حکومت سلطان کلونو کی تختی جو وسط الماہرہ اور شمالی سیرام پر حکومت کرتا تھا اور جو تختی تھیں ان کی حکومت تختی جس کا اقتدار جزیرہ بتجان اور جزائر ادبی پر حاوی تھا۔ یہ چاروں سلطنتیں کچھ مدت تک بہار و کھانے کے بعد بھی استعمار کی بادِ موم سے مرعوب رہتا ہو گئیں مگر اسلام کا وجود نہ ان کا رشتہ کش تھا اور نہ ان پر انحصار رکھتا تھا۔ چنانچہ اب ہالینڈ وغیرہ کی سچی طاقتوں میں تقسیم ہو جانے کے بعد بھی جزائر ملکائیں نہایت تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے اور غنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب اسلام کے سوا وہاں اور کوئی مذہب نہ رہے گا۔

ان جزائر میں سے پہلے جزیرہ ٹیدور اسلام کا حلقہ بگوش ہوا۔ پندرہویں صدی میں ایک عرب تاجر شیخ منصور نے یہاں کے راجہ کو مسلمان کر کے اس کا نام جمال الدین رکھا۔ ۱۵۲۱ء میں ہسپانوی مستعمرین (آباد کاروں) کی دوسری ٹیم یہاں پہنچی ہے تو جمال الدین کا بیٹا سلطان منصور حکمران تھا اور اسلام کو پھیلے ہوئے صورت پہاں سال گذرے تھے۔ پرتگالی تاجروں کا بیان ہے کہ ٹرنینٹ میں ٹیدور سے بھی پہلے اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی۔ چنانچہ ۱۵۲۱ء میں جب پرتگالی ٹیم وہاں پہنچی تھی، اس کا مورخ لکھتا ہے کہ یہاں اسلام کو پھیلے ہوئے آہی برس گزر چکے ہیں۔ اس جزیرے میں اشاعت اسلام کا عجیب فیصلہ ہے۔ ایک بھاوی تاجر وائوٹا^۳ جس میں جو اپنی تجارت

1 Tidor 2 Halmanera. 3. Gilolo. 4 Batjan 5 Obi.

کے سلسلے میں یہاں اگر تقسیم ہوا تھا، روزانہ صبح کو بلند آواز سے قرآن پڑھتا تھا۔
اس کی آواز پر بہت پرست عاشق ہو گئے اور کثرت سے اس کے گرد جمع ہونے
لگے۔ بخود ہی مدت میں اس نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر
لی اور آخر ۱۴۹ھ میں خود راجہ نے بھی گریک جابر اسلام قبول کر لیا۔

امبوٹسالیس ایک مقامی تاجر پانی پوٹہ^۱ نے اسلام کی روح چھوٹی اور
جادو سے اس متارغ گراں بہا کو لا کر تمام سواحلی امبوٹسالیس^۲ است پھیلا دیا۔ یہ پرتگالی
استمائے کے ابتدائی عروج کا زمانہ تھا۔ پرتگالیوں نے ملواری کی قوت سے اس مذہب
کی ترقی کو روکنا چاہا جس سے دراصل وہ عیسوی لڑائیوں کا بارہ لینے کے لئے نکلے
تھے مگر ان کے سخت مقابلے کے باوجود دین حق کی ترقی پر کوئی اثر نہیں پڑا، بلکہ
عام باشندوں میں اس کو کچھ زیادہ سی مقبولیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ جب سولہویں
صدی کے اواخر میں پرتگالی اپنے اندوہنی خدشوں میں مبتلا ہوا تو امبوٹسالیس نے
تمام مسیحی مشنریوں کو مار مار کر نکال دیا اور جوئی و جوئی اسلام کے دائرے میں داخل
ہونے لگے۔ ان جزائر کے ساتھ تجارتی تعلقات ہونے کی وجہ سے ملکا کے
بقیہ جزائر بھی مسلمان ہو گئے۔

جزیرہ بورنیو

۱۵۲۱ھ میں ملو کوکارا راجہ مسلمان ہوا۔ اس صدی میں بورنیو بھی فوراً اسلام سے
فیضیاب ہوا۔ سب سے پہلے ریاست "بنجرماسین" نے اسلام قبول کیا۔ پھر شمال

1. Pati Putah. 2. Banjarmasin.

بورنیو کی ریاست برونائی مسلمان ہوئی۔ اس کے بعد ۱۵۵۰ء میں پالمبانگ کے تاجروں نے سوکڈنا کی ریاست میں اسلام پھیلا یا اور ۱۵۹۰ء میں بورنیو کا سب طاقتور راجہ مسلمان ہو گیا، جس کا نام سلطان محمد صفی الدین رکھا گیا۔ ۱۶۰۰ء میں جب ایک مغربی سیاح بورنیو پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ تمام سواحلی مسلمان ہو چکے ہیں اور صرف اندرونی علاقے میں کفر و بت پرستی کا اثر باقی ہے۔ انٹارویچ صوبے کی ابتدا سے اندرون بورنیو میں بھی اسلام کی اشاعت شروع ہو گئی۔ ایک طرف سرمایہ دار اور منظم مسیحی جماعتیں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہی ہیں اور دوسری طرف منتشر اور بے زر مسلمان تاجر اپنے دین کی طرف ہمارہے ہیں مگر دنیا یہ دیکھ کر حیران ہے کہ مسیحی ناکام ہیں اور مسلمان کامیاب۔ انھوں نے چند سال کی کوششوں سے شمالی بورنیو کی ایک بہت بڑی قوم "ایدان" کو مسلمان کر لیا ہے اور وسط بورنیو کی "ڈانک" قوم بھی مسیحیت کے مقابلے میں اسلام کو زیادہ پسند کرتی ہے۔

جزیرہ سلیبس

جزیرہ سلیبس میں بھی اسلام کی اشاعت اسی عام اصول کے مطابق ہوئی کہ پہلے جاوی اور ملائی تاجر اسلام کو لے کر سواحلی پر پہنچے اور پھر مسیحی تاجروں کے ذریعے وہ اندرون ملک میں پہنچ گیا۔ ۱۵۴۰ء میں جب پرتگالی مستعمرین یہاں پہنچے تو اسلام کی ابتدا ہو رہی تھی اور صرف گوا میں چند مسلمان رہتے تھے۔ ساٹھ سال کے اندر اندر اسے اتنی ترقی ہوئی کہ تمام سواحلی مسلمان ہو گئے اور مکاسر کی ریاست نے

راجہ سمیت اسلام قبول کیا۔ کامرہ سے اٹھ کر اور بو کی قوموں میں اس کی اشاعت
 ہوئی اور موغرائند کے قوم پر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس کی تمام فطری قابلیتیں جاگ اٹھیں
 اس کی ذہانت اجفا کشی اور مستعدی نے اسے جزائر ملکا کی سب سے زیادہ مہذب
 قوم بنادیا اور اب وہ ایک متلج قوم کی حیثیت سے شرق و اند میں ایک نیا ص
 حیثیت رکھتی ہے۔ نیو گینا سے لے کر سینگاپور تک اس کے آج اپنے ہزار
 لے کر پچھتے ہیں اور ان کے اثر سے نہایت تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا
 ہے۔ سمبادا، لومبوک، جزیرہ چوب، ستیل، وغیرہ تمام جزائر میں اس کی
 دولت دین مسیحی کی اشاعت ہوئی و خود سلیبس میں اس نے مسیحیت کو نہایت
 زبردست شکست دی۔ اٹھارویں صدی میں مسیحی مبلغین نے بولاٹاک اور موکوٹا
 کے راجہ کو عیسائی کر لیا تھا اور اس کے اثر سے پوری ریاست عیسائی ہو گئی تھی
 مگر بو کی تاجروں نے ایک صدی کے اندر اندر اسے عیسائیت کے چنگل سے
 آزاد کر لیا اور آخر ۱۸۴۰ء میں خود راجہ جیکوبس نے اسلام قبول کر لیا۔

جزائر فلپائن

نئے اسلام کے اعجاز و تسخیر کا سب سے بڑا مظاہرہ جزائر فلپائن میں ہوا یہاں اسلام
 کی ابتدا ملایا کے ایک تاجر شریف کا بنک سون سے لے کر مہنتی جو اپنے چند ساتھیوں کے
 ساتھ منڈاناؤ میں آکر آباد ہوا تھا یہاں اس نے کثرت کے ساتھ اہل فلپائن کو مسلمان
 کیا اور اس کے بعد مسلمان تاجروں کی آمد اور اسلام کی اشاعت کا ایک طویل سلسلہ

شروع ہو گیا۔ ان وحشی قبائل میں اسلام کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ ۱۵۲۱ء میں جب
 ہسپانوی مسلمانوں نے وہاں پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں اور کافروں کی معاشرت انتہائی
 اور اخلاق میں ایک نمایاں امتیاز پایا اور انہیں یہ بت ہوئی کہ اس قبیلے میں بہت پرست
 و شبیہوں کی زندگی میں یہ عظیم انقلاب کیونکر پیدا ہو گیا۔ چونکہ یہاں اسلام کا اثر بہت
 حدیث الحد (تازہ) تھا اس لیے ہسپانیہ نے اسے متاثر کر سچیت کو پھیلانے
 کے لیے نہایت سخت کارروائیاں شروع کیں اور ملواری کے زور سے قبائل کو عیسائی
 بنانے لے۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی کے مذہب ایام کی ابتدائی جانب جاری رہا اور اسپین
 نے مذہب کی خاطر ظلم و ستم ڈھائے ہیں کوئی کسہ اٹھا نہیں کھتی۔ لیکن اس کے
 باوجود وہاں مسیحیت کے مقابلے میں اسلام کی اشاعت نہایت تیزی کے ساتھ
 ہوئی کیونکہ فداؤ کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں تمام اطراف سے بھاگ بھاگ کر
 مسٹرانا اور سولہ کی اسلامی ریاستوں میں آتے تھے اور فوج در فوج اسلام قبول
 کرتے تھے۔ اور پھر حیرت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں جب یہاں امریکہ
 کا تسلط قائم ہوا اور مذہبی تشدد کا دور ختم ہو گیا تو اشاعت اسلام کی وہ تیز رفتاری
 بھی باقی نہیں رہی۔ تاہم زمانہ امن میں مسلمان تاجر نہایت کثرت کے ساتھ اطراف
 میں پھیل گئے اور جدید ترین خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ناموش اسلامی
 تبلیغ کا سلسلہ نئے سرے سے جاری ہو گیا ہے۔

نیوگنی

نیوگنی نامی اسلام کی اشاعت جدید ترین عہد سے تعلق رکھتی ہے اور زیادہ تر

سوال تک مذکور دوسرے ابتدائی کلام خرابی مدقہ مسلمان عقیدان کے تابع فرمان تھا
 اس لئے سولہویں صدی میں شمالی دنیا کی کیا نام ہیں اسلام کا اثر زیادہ دست اختیار
 کر کیا مسلمان تاجروں کے غلبہ کی دولت بھی لے گئے اور جزیرہ نما
 افریقہ کی بہت پرست آبادی میں اسلام کو پھیلایا اور ان اطراف میں شاعت اسلام
 کا اصل زمانہ انیسویں صدی کا ہے انیسویں صدی کے وسط میں جزیرہ آفریقہ نے
 اسلام قبول کیا اور انیسویں صدی کی ابتدا میں سیرام اور سورام کے مسلمان تاجروں
 نے پاپوا وغیرہ جزائر کو اسلام سے روشناس کیا۔ جزائر طائی میں انیسویں صدی کے
 وسط تک مسلمان کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف جزیرہ ہند کے چند تاجر رہا کرتے
 تھے۔ وفتنا مشرق میں تبلیغ کا کام شروع ہوا اور کنوڑی جی قریب میں مدورا
 جیوا اور بانی کے مسلمان تاجروں نے اس قدر کثرت کے ساتھ جزیرہ طائی کے
 باشندوں کو مسلمان کر لیا کہ اس وقت وہاں مسلمانوں کی تعداد سولہ ہزار سے متجاوز
 ہے جو کل آبادی کے نصف کے برابر ہے۔

مجمع البحرین مالایا میں اسلام کی غیر انشان کامیابی جس کا نتیجہ سہا حال آپ نے
 ان سطور میں ملاحظہ کیا ہے، چھ صدیوں کی خاموش مساعی کا نتیجہ ہے جو زیادہ تر
 تاجروں اور عام سیاحوں نے انجام دی ہیں۔ ان کے پاس کوئی تلوار یا تانہ قوس
 نہیں رہتی، بلکہ صرف تبلیغ دین الہی کا ایک زندہ زبان و ذوق و شوق تھا جس نے
 انہیں اپنے سفر کے خطرات و ہولناکی اور تجارتی منافع کی زبردست زندگی میں بھی
 مذہب کی خدمت کا واسطہ دیا۔ ان کے رکن اور امان کے اندر ایسی شہینگی پیدا کر دی

کہ انھوں نے تمام دوسرے مقاصد کو ثانوی درجہ دے کر صرف دعوتِ الی الخیر اور تبلیغِ دینِ مجید کو اپنا اولین مقصد قرار دیا۔ جدید دور میں بھی جبکہ تمام دنیا کے مسلمان باہم تشنائے افریقہ فرض سے غافل ہو گئے ہیں شرقِ ہند کے تمام مسلمانوں میں یہ ذوق باقی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب بھی وہاں تاجروں اور کاروباری آدمیوں کے علاوہ حکومت ہالینڈ کے سرکاری ملازم تک تبلیغِ اسلام کے فرائض انجام دیتے ہیں اور ان لوگوں نے ملائی زبان کو اس قدر کثرت کے ساتھ اسلامی تشریح سے بھر دیا ہے کہ جو غیر مسلم سرکاری زبان ہونے کی حیثیت سے اس کو دیکھتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات سے ضرور متاثر ہوتے ہیں اور اکثر اوقات مسلمان ہوتے بغیر نہیں رہتے۔

دعوتِ عمل

یہ طویل داستان سرائی شخص اس لیے نہیں بنتی کہ اس سے کچھ فائدہ پائے
 پارہینہ کو چھپنا یا منتھو دھنسا بلکہ اس سے دراصل ہم یہ بتانا چاہتے تھے کہ اسلام کی
 دینی اور دنیاوی قوت کا مسلمانی سرچشمہ وہی دعوت الی الخیر، امر بالمعروف
 اور نہی عن المنکر ہے جس پر اس کی ساری زندگی کی بنیاد رکھی گئی اور جس کے
 لیے مسلم نام کی ایک قوم کو تصریحاً بل شانہ سے پیدا کیا تھا اور چونکہ پیغام کی فطرت
 اس بات کو چاہتی ہے کہ اُسے مُرسل الیہ تک پہنچایا جائے اس لیے تبلیغِ خود
 اسلام کی فطرت میں شامل ہے۔ اسلام حقیقت میں ایک ایسی پیغام ہے جس کی
 مخالف کبر و ارجس کی تمام بشری مخلوقات ہے اور ہر شخص اس کا یہ آسمانی
 برکتوں کا پیغام پہنچ جائے اس امر پر عند اللہ مامور ہے کہ اپنے بھائیوں کے زیادہ
 سے زیادہ افراد تک اس کو پہنچائے۔ یہی حقیقت تھی جس کو آیت کریمہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَارَةً مُرَّةً بِأَمْعَدُونِ رَشِيدُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتَوْفِيقُونَ بَارِعًا ۝ ۱۱۰

میں ظاہر کیا گیا تھا اور یہی ایک تسلسلہ تھا جسے پورا کرنے کے لیے اللہ عز و جل نے
مسلمانوں کی قوم کو پیدا کیا تھا کہ :

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝ ۱۱۱

اس مآوردہ کے احساس نے اسلام کی تیرہ سو سالہ زندگی میں جو بہت چیز
کرشمے دکھائے ہیں ان کا ایک نہایت مختصر سا خاکہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے
مطالعہ سے یہ حقیقت خوب روشن ہو گئی ہوگی کہ جو مسلمانوں میں اپنے مسلمان ہونے
کی ذمہ داری کا احساس ہو چکا تھا انھوں نے کس طرح اذاعہ الی سبیل ربک
بالحکمة والموعظۃ الحسنۃ کے امر الی پر عمل کرتے ہوئے جس قدر
تبلیغ کی قوت سے ایک دنیا کو اسلام کے لیے مستحضر کر دیا۔ افریقیہ کے وسیع
براعظم میں بغیر کسی جبر و لا ملج اور کمزور دغا کے جس طرح کروڑوں آدمی اسلام کے
حلقہ بگوش ہو گئے، چین میں بغیر کسی مادی اور تہتباری قوت کے جس طرح
آبادیوں کی آبادیاں اسلام کی تابع فرمان بن گئیں، جزائر ملایا میں شنتے اور بے زور
تاجروں کے ہاتھوں جس طرح ۱۴ آبادی خدائے واحد کی پرستار بن گئیں، مائاریٹا
کے مسلم کش اور خونخوار وحشیوں کو ضعیف اور مازل غورتوں اور بے نوا اور وحشیوں

لے ترجمہ : دنیا میں وہ نہایت روئے تھو جسے انسانوں کے واسطے واسطہ کے لیے بیان کیا گیا ہے

نیکو کا حکم دیتے ہو یا بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران : ۱۱۰)

۱۱۱ ترجمہ : تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضروری رہنے چاہئیں جو نیک کی طرف بلائیں بھائی کا محدود ہے

برائیوں سے روکتے رہیں۔ (آل عمران : ۱۱۱)

۱۱۲ ترجمہ : اے نبی ! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دے اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اسے

نہ جس طرح اسلام کے مستانہ زمیں پر لکڑی کا دیوانہ کی اہمیت فروزا تھا ان
 زمیں نے اسی احساس کے کرشمہ دکھائے کہ یہ اپنی برادری ملت کے نامنے
 پیش کی ہے اور اس سے بہار اٹھ رہا ہے کہ ان میں کسی طرح یہ احساس
 جاگ اٹھے۔

۱۸۵۷ء کے بعد کی تبلیغی سرگرمیاں

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے زمانے میں مسلمان ہند کی اسلامی میت
 کو جو دس از حد پانچ تھیں انہوں نے لکھنؤ کے لیے ان کی دینی جہازات
 کو بیدار کر دیا تھا اور اس کی بدولت ۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً پانچ سال تک
 اشاعت اسلام کا کام نہایت تیزی کے ساتھ ہوتا رہا، مگر افسوس کہ بعد میں
 استیلائے کفار کے اثر سے وہ دینی احساس اور وہ ذوق تبلیغ ختم ہو گیا اور غدت
 دین کا وہ عام جوش جو کچھ غرت کے لیے پیدا ہو گیا تھا آپس کی کفر بازیوں اور باہمی
 جنگ و فساد میں کام آنے لگا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر کو تاریخ پر
 جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ حیرت انگیز واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ اس
 زمانے میں کوئی باقاعدہ تبلیغی نظام قائم نہ ہونے کے باوجود نو مسلموں کے
 تعداد میں ہر سال دس ہزار سے لے کر چھ لاکھ اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس
 زمانے میں علماء اور غائبین کی ایک بہت بڑی جماعت ایسی پیدا ہو گئی تھی جس نے
 اپنی زندگی تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی تھی اور اپنی انفرادی حیثیت میں شہر و
 شہر پھیر کر سبب بٹروں آدمیوں کو شرف اسلام کیا تھا۔ ان کے علاوہ عام کاروباری

مسلمانوں میں بھی یہ ذوق اس قدر پھیل گیا تھا کہ دفتروں کے ملازم اور معمولی دوکاندار تک اسلام کی اشاعت کرتے تھے۔ چنانچہ انجمن حمایت اسلام کی پرانی رپورٹوں میں ہم مدارس کے اساتذہ، سرکاری محلوں کے ملازمین، چھوٹے چھوٹے تاجروں حتیٰ کہ ایک آؤنٹ کاکڑی والے تک اپنے دین کی اشاعت میں مشغول پاتے ہیں۔

لیکن اب

موجودہ دور میں اشاعت اسلام کی شست رفتاری کی وجوہ پر اگر غور کریں تو یہ بات بالکل مساوت نظر آتی ہے کہ اس کی ذمہ داری صرف ہماری اپنی ہی غفلت اور دینی سہجہ پر قائم ہوتی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اسلام آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس کی قدرت میں کوئی تغیر نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے؛ البتہ ہم بدل گئے ہیں۔ ہماری زندگی بدل گئی ہے۔ ہمارے جذبات و حسیات بدل گئے ہیں اور یہ سب تنزاعی اس کی نتیجہ ہے۔ پس آج اگر ہندوستان میں اشاعت اسلام کا مسئلہ ایک نازک صورت اختیار کر گیا ہے تو اس کا صحیح حل یہ نہیں ہے کہ ہم کافر نسوں پر کافر نس میں منعقد کریں، انجمنوں پر انجمنیں بنائیں، رسالوں پر رسالے شائع کریں اور محض شور و شغب میں اپنا وقت ضائع کر دیں، بلکہ اس کا اصلی حل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو مسلمان بنائیں ان میں صحیح اسلامی رُوح بچونک دیں؛

اُن کی زندگیوں کو خالص اسلامی زندگی کے قالب میں ڈھال دیں، اُن کے اندر سے اُن تمام باطل عقائد، مُبتدعانہ رسوم اور غلط عادات کو دُور کر دیں جو مسذیباں تک ایک مُشترک قوم کے ساتھ رہتے رہتے پیدا ہو گئی ہیں اور اُن کے اندر مذہبیت کا ایک ایسا جذبہ پیدا کر دیں جو ہر مسلمان کو اپنی دین کا ایک سرگرم مبلغ بنادے۔

ہم نے جو کہ اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں نے کبھی عیسائیوں کی طرح مشنری سوسائٹیاں بنا کر کام نہیں کیا۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم عیسائیوں کے ساتھ کام کرنے کے مُقابلت میں بلکہ دراصل یہ ہے کہ یہ کام محض ایک جماعت یا چند جماعتوں کا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مسلمانوں میں تبلیغ دین کے ایک ایسے عام ذوق کی ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنے آپ کو اس ذوق میں کام کے لیے مامور سمجھنے لگے۔

محض تبلیغی جماعتیں یا ہمہ گیر ذوق تبلیغ؟

اگر عام مسلمان اس ذوق سے بہ دور ہیں اور محض ایک انجمن یا چند انجمنوں پر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو ہم کبھی غیر مسلموں کے مقابلتے میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر جگہ مسلمانوں کا عام ذوق تبلیغ ہی فتح و کامرانی سے مراد ہوتا ہے۔ اگر افریقہ میں مسلمانوں کا یہ عام ذوق نہ ہوتا اور صرف چند انجمنیں ہی فریضہ تبلیغ کو انجام دیتے کہیں چھوڑ دی جاتیں تو عیسائیوں کی بددعا زیادہ طاقتور اور دوامند سوسائٹیوں کے مقابلے میں انہیں قیامت تک وہ کامیابی نصیب نہیں

ہو سکتی تھی جس پر ان ساری جی دنیا آخرت بندہ رو گئی ہے اسی طرح
 اگر مجمع الجزائر یا میں عام ماجرہ اور ستیا حوں کا جذبہ خدمت دینی ہونے لگا
 صرف وہ ہندو عربی اور ہندو کی واپس اور علماء ہی دعوت اسلام کا فرض انجام دیتے
 جو دنیا فوٹا وہاں پہنچتے رہتے تو شاید آج بحر کائنات کے ساحلوں پر اذان کی نو
 گونج اس کثرت سے سنائی نہ دیتی جو آج کثرت پرستی اور مسیحی عقائد کی کثرت و مزاحمت
 کے باوجود سنائی دے رہی ہے اس میں شک نہیں کہ دعوت اسلام ایک فرض
 کفایہ ہے جس کے لیے کسی ایک جماعت کا کھڑا ہونا تمام امت کے لیے
 کفایت کرتا ہے لیکن شریعت کی یہ مہتمم محض مسلمانوں کی آسانی کے لیے ہے
 نہ کہ انھیں دینی خدمات سے بالکل سبکدوش اور سب پر داکر دینے کے لیے ہیں
 مہتمم کا مطلب اگر سمجھو تو وہ صرف یہ ہے کہ یہ فرض عامہ تمام مسلمانوں
 پر ہوتا ہے جسے سب کو ادا کرنا چاہیے، لیکن کم از کم ایک جماعت تو ایسی نہ ہو
 رہی چاہیے جو ہمیشہ بالالتزام اسے ادا کرتی رہے اور وہ جماعت یقیناً علماء و
 مسلمانے امت کی جماعت ہے۔

پس ہمارے نزدیک اسلام کی اشاعت کا بہترین طریقہ یہ ہے
 کہ سب غیر مسلموں کو مخاطب کرنے کے بجائے خود مسلمانوں کو مخاطب کریں
 اور ان میں اس قسم کی مذہبی رُوح بھونک دیں کہ ہر مسلمان ایک مبلغ بن جائے
 اس سے نہ صرف فریضہ تبلیغ ہی بہترین صورت سے انجام پائے گا
 بلکہ ہمارے سینکڑوں دینی امراض کو بھی خود بخود شفا ہو جائے گی۔

اسلام حال کیلئے چند عملی تدابیر

ان تین گنت مسلمانوں کی تدابیر میں سے چند تدبیریں جو دیگر ممالک کے تبلیغی تحریکات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے خیال میں شاعت اسلام کے لیے مفید ہیں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ امید ہے کہ رُشمنانِ ملت ان پر غور کریں گے :

۱۔ ذاتِ پات اور عدم مساوات کا خاتمہ :

مسلمانوں میں سے ذاتِ پات کے اس امتیاز کو مٹا دیا جائے جو ہندوؤں کی ہمسائی سے اُن کے اندر پیدا ہو گیا ہے۔ اسلام کا یہ مساوات پر عقیدہ کہ کوئی انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے جس یا ذلیل نہیں ہے ہمیشہ اس کی کامیابی کا بڑا ذریعہ رہا ہے اور ضرورت ہے کہ ہم دوبارہ اس کو اپنی تمام معاملات میں ایک بنیادی اصول کی حیثیت سے واپس لیں۔

ب۔ نسبی امتیازات کا خاتمہ :

ہمارے ہاں عام طور پر نو مسلموں کو نسبی مسلمانوں کے مقابلے میں ادنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ اس غیر اسلامی عقیدے کا سختی کے ساتھ استیصال کر دینا چاہیے اور نو مسلم عورتوں اور مردوں سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے کی رسم دوبارہ زندہ ہونی چاہیے۔ ہمارے ہاں کے شرعاً اس سے پرہیز کرنے میں کمرہ میں کا کوئی شریعت نہیں آدمی بھی رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں اپنی شرافت کو پیش نہیں کر سکتا۔ انہوں نے دو نو مسلموں یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹیاں لی تھیں اور

دو نو مسلموں، یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو اپنی بیٹیاں دی تھیں۔

ج۔ اخوتِ اسلامی کا فروغ :

مسلمانوں میں اخوتِ اسلامی کے جذبہ کو ترقی دینی چاہیے تاکہ غیر مسلموں کو اسلامی برادری میں داخل ہونے کا شوق پیدا ہو۔

د۔ عام دینی اور اخلاقی زندگی کی اصلاح :

اگر مسلمانوں کی اندرونی زندگی کی اصلاح کسی عمیق تحریک کی محتاج ہو تو کم از کم ان کی ظاہری زندگی میں بھی اسلامی شش پیدا کرنی چاہیے کہ غیر مسلم تو ہمیں خود بخود ان کی طرف کھینچے لگیں مثلاً نماز، جماعت اور روزوں کی پابندی، منہر کا نہ رسوم و بدعات سے استدرازا اور منہیات شرعیہ سے پرہیز کی عام تاقیقین کی جائے اور خصوصاً مسلمانوں میں اسلامی برادری کے استقامت کی سخت کوشش کی جائے، کیونکہ حبیب مسلمانوں کا اخلاقی درجہ بلند ہو گا تو غیر مسلموں کے دل میں ان کی عظمت قائم ہو جائے گی۔

۵۔ مذہبی مسائل کی تعلیم اور تبلیغی سرگرمیوں کی تحریک و ترغیب :

جمعہ کے واعظ، شبینہ مجالس و مدارس اور عام مسائل کے ذریعے مسلمانوں کو مذہبی مسائل کی تعلیم دی جائے۔ تقابلی ادیان کے معمولی مباحث نہایت وضاحت کے ساتھ بتائے جائیں اور ان کے اندر تبلیغ کا شوق پیدا کیا جائے خصوصیت کے ساتھ مدارس کے اساتذہ، سرکاری محکموں کے ملازمین اور عام کاروباری لوگوں میں، اس تحریک کو پھیلانا بہت مفید ہے؛ کیونکہ انہیں عوام سے بہت زیادہ میل جول کا موقع ملتا ہے اور وہ بہت

کامیابی کے ساتھ تبلیغ کر سکتے ہیں۔

حرف آخر

یہ ایک نہایت زبردست کام ہے اور اس کو انجام دینے کے لیے ضرورت ہے کہ ہمارے علماء و سجادہ نشین حضرات اپنے تجروں سے نکلیں۔ علماء کا فرض تو ظاہر ہے کہ انہیں درجہ "خشیتہ" اور ایسے بنی اسرائیل سے مشابہت جیسی فضیلتیں کچھ محنت ہی نہیں مانگنی ہیں بلکہ ان پر امت کی اصلاح و ہدایت کا ایک بہت بڑا بار رکھ دیا گیا ہے۔ ان کے ذمہ برابر بھی تو مامور کرنے پر خود خدا کی شدید گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ مگر یہ حضرات صوفیانہ کرام کو بھی آج کا فرض یاد دلانا چاہتے ہیں۔ جن سجادہ ہائے طریقت پر وہ جلوہ فرما ہیں کہ انشاء و ہدایت کی منہدی میں ہیں۔ ان کی وراثت اپنے ساتھ نہ صرف چند فضیلتیں اور دنیاوی فوائد ہی نہیں رکھتی بلکہ وہ بہت سی ذمہ داریاں اور بہت سی مسئولیتیں بھی رکھتی ہیں جن کے احساس نے انہیں متقویٰ بن کر اسلام کی خدمت کے سوا اور کسی عذاب سے ہی گناہ نہ رکھنا۔ آج اگر یہ حضرات ان ذمہ داریوں کو محسوس کر لیں جو ایک مسلمان سے بیعت لینے کے بعد اس کی اسرار و تزکیہ نفس کے لیے ان پر عائد ہوتی ہیں تو مسلمانوں کے سبب بڑوں صاحبِ علمان جو سنگدست۔ بڑے بڑے سجادہ نشینوں اور پیران طریقت کا حلقہ ارادت کہ از کہ کروڑ

۱۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عبادہ العظمیٰ کو

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے وہ انصاف والی قوم ہے جو اپنے

دوستے ہیں۔

ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل ہے اور اس میں ان کو ایسا زبردست اثر حاصل ہے کہ وہ اپنے ایک اثنائے سے ان کی زندگیوں کا انتظام بدل سکتے ہیں۔ ایسی کثیر چھات میں اسلامی خدمت کا جوش پیدا کر دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ چند ہی سال میں اس سرزمین کا نقشہ بدل جائے۔ تو کیا ہم یہ آئیں کر سکتے ہیں کہ یہ حضرات اپنے کائناتِ امن و عافیت سے تعلق کر اس مازک وقت میں کچھ خدا اور اس کے دین بتی کیسے بھی دوڑ دھوپ کریں گے؟

حصہ دوم

اسلام پر کفر کی پورش کے اسباب

بہال کے مسیحی مبلغین نے اپنی یہ کافنس میں مسلمانانِ بھال کو مسیحیت کی دعوت دینے کے متعلق جو تجویزیں منظور کی ہیں وہ اخباریں پیپ چکی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کلامِ حق سے کتنے ان سطور کو پڑھ کر کچھ اچھٹ اور کچھ رنج کی سی کیفیت ظاہر کرتے ہوئے آئے ہوں گے اور کتنے ان سے حق کے کرامادہ عمل ہوئے ہوں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اب ہماری شو پسندی ایک مرض کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اب ہم اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ جب کہ بھی مخالفین کے کسی بڑے یا خاص منہ صوبے کی سمجھناں طلاق پڑتی ہے تو وقتاً چونا پڑتے ہیں اور ایک بددعا سی اور انحطاط کے عالم میں کچھ دفاع کی غیر مرتب سی تدبیریں اختیار کرنے لگتے ہیں اور جب خطروں سے کم ہو جاتا ہے تو غمگین ہو کر بیٹھ جاتے ہیں جیسے منتشر لوہے اور آریہ پڑ پڑا کو اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے پچاس سال سے

آریہ پرچار نے صرف ۱۹۲۵ء میں ہندو مت کا بلکہ آج بھی بھارت میں مسلمانوں کو شہابی کر کے شہابی تحریک کی طرح جاری ہے۔ (نیازی)

زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ اس طویل مدت میں وہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور کوئی سال ایسا نہیں گزرا جس میں انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کی تعداد میں اضافہ نہ کیا ہو لیکن ہم نے ہمیشہ ان کی خاموشی کو اپنی طرح بے عملی کا ہم معنی سمجھا اور کبھی اپنے بچاؤ کی تدبیر نہ کی۔ ہماری مثال بالکل مارٹ کے ان دیہاتیوں کی سی ہے جو اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے بند کو دیوتاؤں کا بنایا ہوا بند سمجھتے تھے اور اس میں کسی کمزوری یا بوسیدگی کے قائل نہیں تھے۔ جب چوبھوں نے اس میں آہستہ آہستہ سوراخ کرنا شروع کیا تو وہ سمجھے کہ یہ چنے سے بنایا ہوا بند ان چوبھوں کے بس کا نہیں ہے۔ مگر وہی چوبے برسوں کی مٹا کر کوشش کے بعد اس حد تک کامیاب ہو گئے کہ اس میں سے پانی رسنے لگا۔ آخر کچھ پانی کے زور سے اثر دکھایا اور کچھ دیواروں کی بوسیدگی رنگ لائی اور وقتاً بند ٹوٹ کر ایسا سیلاب آیا کہ دور دور تک کی بستیاں تباہ ہو گئیں۔ یہی حال ہمارا بھی ہے۔ ہمیں اس بات پر تو اعتماد ہے اور ہونا چاہیے کہ اسلام کا بند بہت مضبوط ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا لیکن ہم نے خود اپنی غفلت سے اسے بوسیدہ کر لیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بے حقیقت چوبے جن کے دانت فی الحقیقت چنے سے بھی زیادہ کمزور ہیں اس میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کامیاب ہو رہے ہیں۔

۱۔ مارٹ: قدیم مکہ کا دار الحکومت۔ کچھ قریب برساتی ماروں پر بند باندھ کر ایک جتے بڑا تلاء بنایا گیا تھا۔ اسی پر پوسے مکے کے زراعت کے خاص تھا۔ چوبھوں کے سوا نیکالین کے وجہ سے تلاء کا حکم۔ نشان بند ٹوٹ گیا اور سائے ملنے کا نظام آپا شہ تباہ و برباد ہو گیا۔

دوسروں کی کامیابی ہماری اپنی کامیابی سے

ہمیں سوچنا چاہیے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس کی بنا پر آریہ اور عیسائیوں کو ہمارے مقابلے میں آنے کی عزت ہوتی ہے۔ ان کے مذہب کو دیکھیے تو وہ ایسے خرافات کا مجموعہ ہے کہ وہ اسے ہمارے سامنے پیش کرنا تو دکنار خود بھی جب کبھی سنجیدگی کے عالم میں غور کرتے ہوں گے تو شرماتے ہوں گے۔ پھر آخر کوئی بات تو ہے کہ وہ اپنی اس متلعبے حقیقت کو لے کر بازار میں آتے ہیں اور کامیاب و بامراد جلتے ہیں۔ اس سوال کی تحقیقت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی یہ کامیابی کچھ ان کی قابلیت سے نہیں بلکہ ہماری ناقابلیت کی رہین منت ہے۔ ان کی دکان کا فروغ کچھ اس لیے نہیں ہے کہ ان کی متاع اچھی ہے اور بازار میں اس کی مانگ ہے بلکہ وہ صرف اس لیے بک رہی ہے کہ ہم نے اپنی متاع کی قدر کھودی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ کوئی شخص اگر ایک دفعہ نعمت اسلام سے بہرہ ور ہو جائے تو دنیا کی کوئی قوت اسے دین حق سے پھرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن جب وہ نعمت پیش ہی نہ کی جائے، جب نام مسلمانوں کا اسلام صرف روایتی اور دُورانی اسلام رہ جائے، جب انہیں جہالت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے اور وہ اسلام کی خوبیوں سے واقف ہی نہ کیے جائیں تو اس کی مضبوطی اور استحکام پر اعتماد اور اس کے ناقابل تسخیر ہونے پر بھروسہ کیونکر کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھروسہ اپنے آپ کو صحیح کیسے ثابت کر سکتا ہے!

خطرے کے حقیقی اسباب

ہمارے دینی مصائب کے مستقل سرچشمے

پس اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ غیر مسلم مبلغین کو مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اور انھیں مرتد بنانے کی جس بنا پر جرأت ہوتی ہے وہ خود ہماری اپنی کمزوریاں ہیں۔ جب تک ہم میں یہ کمزوریاں باقی رہیں گی یہ خطرہ بھی باقی رہے گا اور ہمارے بد قسمت کان ہمیشہ یہ سُنتے رہیں گے کہ آج فلاں جگہ آریوں یا عیسائیوں کا حملہ ہوا اور آج فلاں جگہ مسلم قوم ارتداد کے خطرے میں مبتلا ہے۔ وقت کے وقت ان خطرات کے دفاع کی سطحی تدبیریں اختیار کر لینے اور بچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے سے یہ مستقل روک ٹوک بھی دور نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سے تو یہ اندیشہ ہے کہ کچھ دن بعد ہم ایسے خطروں کی آوازیں سُنے کے عادی ہو جائیں گے اور اس طرف توجہ بھی کرنی چھوڑ دیں گے۔ اس کا اگر کوئی علاج ہے تو صرف یہی کہ ہم اپنی اصل کمزوریوں کا علاج کریں اور ان کو دور کرنے کے لیے مستقل اور عملی تدبیریں اختیار کریں تاکہ ہم میں سے وہ چیزیں دور ہو جائے جو دشمنوں کو اپنے اوپر حملہ آور ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کمزوریاں صرف تین ہیں اور وہی تمام خرابیوں کی اصل ہیں :

(۱) جہالت

ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ جاہل ہے اور شریعت اسلام

سے اُس کی ناواقفیت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ وہ کلمہ گوئی کی حد و دوسے بھی خارج ہو گیا ہے، بلکہ شرفِ عام میں یوں کہنا چاہیے کہ نام کا مسلمان بھی نہیں ہے، اس لیے اُسے ہر مذہب کے لوگ آسانی کے ساتھ اسلام سے پیچھے دیکھ سکتے ہیں۔

(۲) افلاس :

دوسرے یہ کہ مسلمان حد سے زیادہ غلبہ میں ہیں اور ان کا افلاس جہالت سے بل کر ان کے اندر سرمایہ دار متلغین کے دام میں گرفتار ہونے کی استعداد پیدا کر دیتا ہے۔

(۳) مشنری مدارس :

تیسرے یہ کہ مسلمانوں کے لڑکے اپنے قومی مدارس نہ ہونے کے باعث مشنری مدارس میں داخل کر دیے جاتے ہیں اور وہاں ان کی اور سادہ پر بچپن ہی سے مسیحیت کا نقش بیٹھ جاتا ہے جو آگے بڑھ کر بعض اوقات خفیہ اور بعض اوقات علانیہ ارتداد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہماری دینی مصائب کے مستقل سرچشمہ ہیں۔ ان کی پیدائش کے اسباب اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ نہ تو ان کا پوری طرح احصا کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے بارے میں کوئی مفصل بحث کی جاسکتی ہے۔ تاہم اگر ان پر مجموعی حیثیت سے ایک نظر ڈالیں تو اس کے حالات کے مطابق "قومی مدرس" نہ ہونے والی بات صحیح اور مناسب تھی لیکن آج قومی مدارس کثیر تعداد میں موجود ہونے کے باوجود مسلمانوں کے مشنری سکولوں میں داخلہ دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب صرف قومی مدارس کی کمی ہی علتِ مافی نہیں ہے بلکہ مریض کی طبعی پرستی اور مذہبی تعلیم کی کمی ہے۔ ان کو ان کے اپنے منتخب یا کمزور وقت کی ابتدائی تعلیم ضروری ہے۔ (نیازی)

نظر ڈالی جائے تو بر بنائے استخراج ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں چند اسباب اصل
بنیاد کا حکم رکھتے ہیں :

مثلاً مسلمانوں کی حکومتی علما کی غفلت، مسلمانوں کی معاشرت
میں غیر اسلامی طریقوں کا رواج، مسلمانوں کے قوائے ملی کا
غیر معمولی انتشار اور مسلمانوں میں سرمایہ کی قوت کا عدم احساس
جو افلاس میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔

ہماری سادگی اور کوتاہ اندیشی

اور
مخالفین کی غیبت ساری اور تدبیر

ان کمزوریوں اور ان کے اسباب میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ
جسے ہم دوسروں کی طرف منسوب کر سکتے ہوں یا جس کا منفع ہمارے مخالفین کے
اند میں موجود ہو۔ پھر اگر ہم ان کے مقابلے پر پروپیگنڈا کریں یا مجالس مذاکرہ منعقد کریں
یا کبھی ارتداد زدہ علاقوں میں چکر لگانے کے لیے اپنے مبلغین بھیج دیا کریں جیسا
کہ اب تک ہمارا طریقہ کار رہا ہے تو یقیناً یہ مرض کا اصل علاج نہیں ہو سکتا اور
نہ اس سے یہ آئے دن کے روگ کسی طرح دور ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے مخالفین
کا طریقہ کار بھی یہی ہوتا تو شاید ان کے مقابلے میں ان طریقوں سے ہم کامیاب ہو
سکتے۔ لیکن انھوں نے تو پروپیگنڈا اور وعظ و تلقین کو صرف ہمیں مشغول رکھنے
کے لیے جیلہ بنا رکھا ہے ورنہ دراصل ان کے طریق کار بالکل ہی مختلف ہیں۔ وہ

ہماری سیاسی و اقتصادی غلامی، ہماری علمائے غفلت، ہماری فوجوں کے انتشار،
 ہماری اپنے مذہب کی تمام ادا و اتقیات اور ہماری تمام ذرا سہو کمزوریوں سے پورا
 پورا نامہ آٹھاتے ہیں۔ انہوں نے ہزاروں انتشارات قائم کر رکھے ہیں، جہاں
 خدمتِ بنی نوع انسان کے پرے پرے میں وہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ جاہل
 مریضوں کو اپنے مذہب کی تلقین کرتے ہیں۔ انہوں نے ہزاروں یتیم خانے
 کھول رکھے ہیں جہاں بے شمار یتیم اور لاوارث بچوں کو یتیم خانے کی پالیسی جاری
 ہے۔ انہوں نے اپنے انتشارات ایسے مکمل کر رکھے ہیں جہاں کوہیں قطع پڑتا
 ہے یا اور کوئی آسمانی بلا نازل ہوتی ہے تو تمام بے خانماں لوگوں کو پناہ دیتے
 ہیں اور روٹی کی طرح اس کے احسان کی شہرت میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے
 ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں ہزار ہا مدرسے اور کالج قائم
 کر رکھے ہیں جہاں نہایت آہستگی اور تدریج کے ساتھ بچوں کو ارتداد کی طرف
 مائل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے اندر اس قدر صبر و استقامت اس قدر
 ایثار و خدمت اور اس قدر سچا مذہبی شغف پیدا کیا ہے کہ وہ برسوں ایک ایک
 مقام پر نرک و تخرک کے عالم میں بسر کر دیتے ہیں۔ فقیروں و ریویوں کی زندگی
 اختیار کرتے ہیں اور نہایت خاموشی کے ساتھ لوگوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ
 کرتے ہیں۔ ان میں اس قدر عقل و تدبیر و خودی ہے کہ اگر خائن نہیں تو کم از کم تصنع
 کے ساتھ وہ لوگوں کے سامنے ایسی سادہ اور ایسی پرہیزگارانہ اور ایسی بہت
 انسانی زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں کہ ان کی زبان و قلم سے زیادہ خود ان کی زندگی ہی
 ایک عقل و بے تبلیغ بن جاتی ہے اور پھر ان سب باتوں کے ساتھ جہاں سے خواہیں

کے ایک گروہ ہیں یہ عیاری بھی بدرجہ اتم موجود ہے کہ وہ ہمارے موجودہ افلاس سے فائدہ اٹھا کر ہم پر اقتصادی دباؤ ڈالتے ہیں اور روپے کی قوت سے اپنے منہب کی اشاعت میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق کس قدر عمیق اور کارگر ہیں۔ ان کے مثال بالکل اکیس سیدھے کیس ہیں جو ایک ہی وقت میں شور مچاتے ہیں، غارتوں کو تہ و بالا بھیج کر رہتے اور سیلے بند کر کے بڑے بڑے ایوانوں کو بنیادیں بھی ڈھا دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نہ معمولی تختہ بندی کام لے سکتی ہے اور نہ مقررہ لیپا پوتی۔ اس کے لیے تو ضرورت ہے کہ ہم بھی اتنے عمیق اور کارگر ذراخت اختیار کریں جتنے ہمارے خائنین نے اختیار کر کے بیڑ و زہر بدافعت میں ہمارا کیا۔ ہوا مشکل ہے نہیں بلکہ خالی ہے۔

تذابیرِ دفاع

جہاں ان خطرات اور اندرونی کمزوریوں پر بحث کر چکے ہیں جن سے ناکم رہیں
ہندوستان میں اگر اسلام کے فنا ہو جائے کہ انہیں تو کم از کم غریب و تنہا پرہیزگار
کا قومی مذہب پیدا ہو گیا ہے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ قارئین کے سامنے ان
عمیق اور نہایت کا گر تذاویر پیش کی ہیں تاکہ ہماری دعا ہو کہ مسلمان
اس کی قوت کو فوراً دیکھ لیں۔ اسے استعمال کرتے ہیں اور یہ واضح ہو گیا ہے کہ ہم
بھی جتنا کم اتنی ہی غمینی اور کا گر تذاویر اختیار نہیں کریں گے اس وقت
تاکہ جس اسلام کی شان و شوکت اور شاعت میں کامیابی نہیں جو کتنی اب ہم اپنے
پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں کہ دفاع کیلئے یہاں کیا تذاویر اختیار کرنا چاہیں
اور ہمارے طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔

۱۔ مراد ہے تقسیم ہند قبل کا ہندوستان

عزت

ارتجاعیات اسلامی کی تمام اشاعت

افصا

مذہبی شعور کی بیداری

ہم یہ غرض کر چکے ہیں کہ ہماری سب سے بڑی کمزوری جماعت ہے مسلمانوں کا ایک
بڑا بڑا طبقہ اپنے مذہب کی تعلیمات اس کے عقائد اور شعائر سے بیخبر یا جاہل ہے
اور یہی چیز ہے جو آج کے متمدن ممالک میں سب سے زیادہ مدد دیتی ہے پس اس
لحاظ سے ہماری پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے تمام جاہل مسلمانوں میں
تعلیمات اسلامی کی اشاعت کریں۔ اسلام کے سادہ عقائد ان کے ذہن نشین
کر دیں اور ان کے اندر اس حد تک مذہبی رُوح پیدا کر دیں کہ وہ صوم و صلوات کے
پابند ہو جائیں۔ اس کے لیے ہم کو عام طور پر دیہات و قصبات میں ایک ایک
شخص ایسا مقرر کرنا چاہیے جو عوام کو ان کے فرشتے کے اوقات میں نہایت
تذکرے کے ساتھ مذہبی تعلیم دے سکے اور خود انہی کی زبان میں انہیں اسلام
کی خوبیوں سے آگاہ کرنا رہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں غیر مسلموں کو بھی اسلام کی
طرف دعوت دی جاسکتی ہے مگر اس وقت ہماری تمام تر توجہ کافروں
کو مسلمان بنانے کے بجائے خود مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی طرف مبذول
رہنی چاہیے۔ ان کی سوائی ہوئی مذہبیت کو بگاڑ دینے کے بعد جب ہم ایک دفعہ
اپنے اندرونی آفتخانات کو تمام بیرونی تلوں کے غلطوں سے محفوظ کر لیں گے تو پھر

۱۔ مراد ہے تقسیم سے قبل کا ہندوستان یعنی موجودہ پاکستان اور بھارت۔

بہیں دوسروں کی طرف رخ نہ کرے کہ زیادہ موقع مل سکے گا۔

۲۔ مرکاتب کا قیام

اس کے ساتھ ہی دوسری چیز یہ ہے کہ مسلمان بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم دینے کے لیے گاؤں گاؤں میں مرکاتب قائم کر دیے جائیں۔ اس کے لیے کسی بچے کو جسے چوڑے انعام اور کسی خاص درجہ یا منصب کی ضرورت نہیں۔ ان کی تعلیم دینے کے لیے ابتدائے وقت اتنا کافی ہے کہ نہایت سادگی کے ساتھ اسلامی عقائد ان کے ذہن نشین کر دیے جائیں۔ دسواں، سترہواں، روزہ وغیرہ کے متعلق عمومی مسائل یاد کر دیے جائیں اور قرآن مجید پڑھا دیا جائے۔ قرآن مجید کو شخص طوطی کی طرح پڑھ لینا ہی انسان پر اتنا اثر کرتا ہے کہ اسلام کی عظمت دل میں ثبتہ جاتی ہے اور پھر مشکل سے کوئی چیز اسے زائل کر سکتی ہے۔ پس اگر ہم اپنی استطاعت نہیں رکھتے کہ اپنے بچوں کو کوئی کارآمد تعلیم دے سکیں تو کم از کم ان کی اور سادہ پر قرآن کا نقش نو ضرور بٹھا دینا چاہیے تاکہ ان پر کفر کا جاؤ نہ چل سکے۔ یہ وہ کم سے کم کام ہے جسے انجام دینے میں ہمیں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرنا چاہیے۔ اس کے لیے سفری مہینے کا آمد نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو مستقل طور پر ایک مقام پر رہیں اور آریہ مشنریوں کی طرح دیہاتی زندگی کی تکلیفیں برداشت کر کے پورے عزم و استقلال کے ساتھ دین و ملت کی خدمات انجام دیں۔ ان میں اپنی استطاعت ہونی چاہیے کہ کامیابی کے ساتھ لوگوں کی جائیدادیں

کا مقابلہ کر سکیں۔ اور اول کی ناکامیوں سے ہمت نہ ہاریں، پیشکار غفار
 اور رسوم و بدعات کو دور کرنے میں اگر کئی کئی برس بھی لگ جائیں تو بد دل نہ
 ہوں اور جلد بازی کر کے جمالت سے جنگ نہ کریں۔ بلکہ آہستہ آہستہ
 وعظ و تلقین اور تعلیم و تبلیغ کے ذریعے طبیعتوں کو اصلاح کی طرف مائل
 کریں۔ اس کے ساتھ ہی ان میں قربانی کا اتنا جذبہ بھی ہونا چاہیے کہ
 وہ اس مقدس قوم سے اپنی دینی خدمات کا کم سے کم معاوضہ لے سکیں
 جو عیسائی مشنریوں کی طرح کروڑوں روپیہ پانی کی طرح نہیں بہا سکتی، اور
 ان کے اخلاف میں اتنی پائیزگی بھی ہوئی ضروری ہے کہ سادہ لوح دیہاتوں
 کو اپنے اعمال سے برگشتہ کر دینے کے بجائے انہیں اپنے حسن خلق کا
 گرویدہ بنالیں اور خود اپنے اندر اسلامی زندگی کا ایسا نمونہ پیش کریں
 کہ لوگ ان سے اسلامی تعلیمات کا عملی سبق حاصل کر سکیں۔

۳۔ طبعی حوادث کے اثرات سے بچانے کیلئے

محنت ج خانوں اور یتیم خانوں کی مستقل تنظیم

اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس قسم کے طبعی حوادث کے
 اثرات سے بچانے کے لیے اقطاعی نظام قائم کریں جو انہیں عیسائی مشنریوں اور
 آریہ پرچار کرنے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے ہیں۔ مثلاً فحشوں اور سیلابوں کے
 موقع پر ہزار ہا مرد و عورت اور بچے بے خانماں ہو جاتے ہیں جنہیں کوئی پناہ دینے

والا نہیں ہونا اور انہیں اپنی متاعِ دین و ایمان کے عوض سرمایہ دار مشنز یوں
 پیٹ بھر روٹی اور تن گدھا گنے کو کپڑا لپٹا پرتلہ ہے۔ اسی طرح رادن جن بچوں کو بی
 والی، وارث نہیں ہوتا محض اس وجہ سے اور یہ پھٹتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی جائیداد
 نہیں ہے اور اس طرح اکثر انہیں عیسائی یا آریہ تنظیم نامے پیٹ مندرجہ کر
 لیتے ہیں۔ یہ انداز کے دائرہ شکار بہت وسیع ہیں جن مسلمانوں کی غفلت سے اسلام کے گود
 سے چین کر کفر کی آغوش میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ انہیں اس طرح سے بچانے
 کے لیے متاثرہ خاندانوں کو مستقل تنظیم ضروری ہے اور اس کے لیے بھی لازماً ہے
 کہ کوئی بہت بڑے پیمانے پر انتظام قائم کیا جائے بلکہ ایسا ممکن نہ ہو تو صرف اتنا
 انتظام کافی ہے کہ انہیں مشنز یوں کے ہاتھوں میں پرنٹ سے بچایا جائے یہ ایک
 دوسرا مسئلہ ہے کہ انہیں کام دینے اور دینا میں کچھ رک رکھانے کے قابل بنانے
 کی کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ فی الحال ہمارا نقطہ نظر صرف ان کے اسلام کی
 حفاظت ہونا چاہیے اور یہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ انہیں پناہ دے کر ایسے مسلمان
 خاندانوں کی خدمت میں لے دیا جائے جو انہیں مذہبوں کی طرح نہیں بلکہ قابلِ رسم
 خدمت گاروں کی طرح پرورش کر سکیں۔ یا اگر کچھ ہنر مند ہوں تو اسی کار سے لگا
 دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مٹیوں اور گھٹا جوں کا یہ حشر کسی طعن بھی پسندیدہ
 نہیں ہے لیکن اگر ہماری قوم میں اتنا احساس نہیں ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کی پرورش
 کا کوئی بہتر انتظام کرنے کے سبب ہم پہنچائے تو یہ سب ارشادِ نبوی و ہدایاں

۱۔ حیات مذکور سے بڑی تعداد انہی بات کہ جب دو مالک ہوں، ہر ایک سے
 اختیار کرنا لازماً ہو چکا تو اس میں کوئی اختیار، اختیار نہ ہو سکتا ہے، ہر ایک سے
 کو اختیار اھووت البیات میں قائم رہا ہے

میں سے ایک چھوٹی بلا کو قبول کرنا چاہیے اور یقیناً ایک مسلمان بچے کا مسلمان رہ کر خدمت گار بن جانا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ کفر کا طوق گلے میں ڈال کر پیرسٹر بن جائے۔

۴۔ مشنری تعلیمی اداروں کا مقصد

ایک اور ضروری تدبیر یہ ہے کہ مسلمان لڑکوں کو مشن اسکولوں اور کالجوں سے اٹھانے کی ایک باقاعدہ تحریک شروع کی جائے۔ ان مدارس کا مقصد علم و فن کی روشنی پھیلانا نہیں ہے بلکہ بچوں کو ان کے مذہب سے پھیر کر سینٹ پال کے خود ساختہ مذہب کی دعوت دینا ہے اور عام طور پر ان کی تعلیم کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر طلبہ غلامیہ مرتد نہیں ہوتے تو کم از کم اپنے مذہب سے برگشتہ ضرور ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں اسلام کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ اسلامی عفت اندے سے صریحاً انحراف پیدا ہو جاتا ہے عبادات کو کھیل سمجھنے لگتے ہیں۔ اسلامی شعائر کی کھلی کھلی توہین کرتے ہیں اور صرف خاندانی قیود اور رسمی مزاحمت کے باعث اسلام کے ساتھ ان کا رشتہ برائے نام رہ جاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بقول میسٹر آرنلڈ مشنری مدارس کی تعلیم نے بعض اوقات بالکل الٹا اثر بھی کیا ہے اور بعض طلبہ مرتد ہونے کے بجائے مسیحیت کی کمزوریوں سے واقف ہو کر اس کے زبردست حریف بن گئے ہیں، مگر ایسی سعید روحیں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ عام طور پر نو مشنری مدارس کے طلبہ کی وہی حالت دیکھی جاتی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور یقیناً انہیں اس بے دینی کے خطرے سے نکانا ایک عظیم خدمت دینی ہے۔

اس تحریک کے خلاف یہ غدر پیش کیا جاتا ہے کہ پہلے ہی مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے اور اس کے لیے کوئی معقول انتظام نہیں ہے، اس پر اگر مشنری مدارس کا بھی بائیکاٹ کر دیا جائے تو پھر ہمارے پیٹے آخر کہاں پڑیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اول و مشنری مدارس کی کمی کو سدھاری اور اسلامی مدارس مل کر پورا کر سکتے ہیں، جن کی تعلیم ان سے بدرجہا زیادہ قابل تربیت ہوتی ہے، لیکن اگر وہاں بھی اس کی تلافی ممکن نہ ہو تو ایک پست مسلمان کے نقطہ نظر سے مذہب کو اپنی تعلیم پر کسی طرح زبان نہیں کیا جاسکتا۔ اگر مشنری مدارس کے سوا مسلمانوں کو اپنی تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ میسر نہ آئے تو اسے قبول کرنے سے اس کو شک و دینا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ ہمارے بچوں کا اسلام سے پیہ جانا ان کے جابل رہ جانے سے زیادہ بڑی عیب بت ہے۔ پس ضرورت ہے کہ مشنری تعلیم گاہوں کے خلاف پوری سہ کرمی کے ساتھ پروپیگنڈا کیا جائے اور صرف پروپیگنڈا ہی نہیں بلکہ عملاً مسلمان کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مدارس سے اٹھالے۔

۵۔ اقتصادی غلامی سے نجات

آخری اور موجودہ حالات میں سب سے زیادہ ضروری تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی موجودہ اقتصادی غلامی سے نکالا جائے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی اقتصادی ذلت کا سب سے بڑا ذریعہ حکومت ہندی۔ ان میں تجارت اور سرمایہ داری کا ذوق کبھی نہ تھا، صرف ایک صنعت و حرفت کا قدرتی ذوق موجود تھا، سو اس کے فوائد کا

انحصار بھی حکومت اور متوسلین حکومت کی قدر دانیوں پر ہنسا جب یہ حکومت چلی
گئی تو ان کی خوش حالی اور دوہندگی کا سرچشمہ بھی سوکھ گیا اور اب یہ حالت ہے
کہ جتنے صنعت ذراعت پیشہ مسلمان ہیں سب سب سرمایہ آریہندوں کے
غلام ہیں اور جنہیں اللہ نے آباؤ اجداد کی عطا کی ہے وہ اپنے بگڑے نمونے نظام
مندن اور اپنی غلط مسرتانہ عادات کے باعث روز بروز اسے قرض داری کی نذر
کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس اقتصادی غلامی کا یہ اثر ہے کہ کاروباری زندگی میں
ہندوؤں کی قوت مسلمانوں کے لیے مہلک حد تک بڑھ گئی ہے اور وہ یہاں تک
اُن پر چھپا گئے ہیں کہ جس وقت چاہیں ایک کر کے مسلمانوں کو تباہ کر دیں شہروں اور
بڑے بڑے قصبات میں تو یہ صورت اقتصادی غلامی سنی تک محدود ہے مگر دور
کے دیہات میں یہی چیز ارتداد کا سب سے زیادہ کارگر ہتھیار بن گئی ہے اور غیر مسلم
مبلغین پوری مستعدی کے ساتھ جاہل مسلمان دیہاتیوں کو مرتد بنانے کی کوشش
کر رہے ہیں۔ پس حفاظت اسلام کے لیے اس بیماری کا علاج بھی نہایت
ضروری ہے، بلکہ شاید موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ اس
وقت جو چیز ہندوستان میں اسلام کے وجود کو دھمکی دے رہی ہے وہ یہی اقتصادی
خطرہ ہے۔

یا چناں کن یا چینیں !

یہ ایک مستقل بحث ہے کہ مسلمانوں کو اس خطرے سے بچانے کے لیے

۱۔ غنیمت منقسم ہندوستان مراد ہے۔

کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور اس پر یہاں بحث کرنے کی گنجائش بھی نہیں
 مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے
 لیے ہماری قوتوں کا موجودہ انتشار اور ہماری قومی جماعتوں کا موجودہ
 افتراق کسی حیثیت بھی موزوں نہیں ہے۔ ہم ابھی تک ڈیڑھ اینٹ
 کی ایک مسجدیں قائم کرنے میں مشغول ہیں اور یہاں پوری قوم کی مختارہ
 قوت درکار ہے۔ ہمیں ابھی تک ہتھیلی پر برسوں چلنے
 کی عادت پڑی ہوئی ہے اور یہاں برسوں کی لگاتار
 اور انتھک محنتوں کی ضرورت ہے۔ ہم کو ابھی تک
 سطحی شعور اور ہنگامے میں مزا آتا ہے اور یہاں دراصل
 مقصد کا گہرا شعور اور اس کے لیے حقیقی اخلاص و ایثار
 مطلوب ہے۔ ہمیں ابھی تک صرف آگ کے طرح بھڑک
 کر جلا دینا آتا ہے، مگر یہاں اس کی حاجت نہیں ہے،
 اب تو ہمیں ایسی ہلکی سی حرارت کی ضرورت ہے جو
 رسول تک اندر سے اندر پکا کر لعل و گوہر تیار کر دیتی ہے۔
 پس تمام مذہبی اور تمام تجویزی اس وقت تک بے کار ہیں جب تک
 ہم کو کام کرنے کا صحیح ڈھنگ نہ آجائے۔ اگر تحریکات میں ہی جذبہ
 برابر کام کرتا رہے اور اگر ہم دوسروں سے مقابلے کے بجائے آپس کے
 مکابہ ہی میں بدستور مشغول رہیں، اور اگر ہمارے تمام کام اجتماع و
 امتزاج کے اسلامی اصول کے بجائے افتراق کے خالص غیہ

اسلامی اصول پر چلتے رہیں، تو پھر بہتر ہے کہ یہ تمام اچھے سچے لپیٹ کر رکھ دی جائیں اور ایک دفعہ ہم سب یہاں اسلام کے مستقبل کی فائنل پڑھ کر اپنے اپنے دل پسند مشاغل میں مصروف ہو جائیں۔

پس اے معمارانِ عزم!

جس طرح ایک عمارت تیار کرنے کے لیے اچھے ساز و سامان سے زیادہ معمار کی اعلیٰ قابلیت درکار ہوتی ہے، اسی طرح ہمیں مفید تدبیروں اور کارآمد تجویزوں سے زیادہ کام کرنے کی صلاحیت درکار ہے۔ دوا خواہ کتنی ہی مفید اور کارگر ہو لیکن اگر طبیب میں علاج کرنے کی قابلیت نہ ہو تو وہ مریض کے لیے کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ پس اگر ہماری قوم کے اربابِ حسل و عقد وقت کی نزاکتوں کو ٹھیک ٹھیک محسوس کرتے ہیں تو انہیں تمام دوسرے ملحوظات کو نظر انداز کر کے سب سے پہلے تنظیم قوائے ملی کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور جلد سے جلد اس طوائف الملوک کی کاخا تہ کروینا چاہیے جو اس وقت ہماری تمام قومی تحریکوں میں جاری و ساری ہے۔



نومبر ۱۹۶۷ء

داعی اور دعوت

تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں بھی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا ہے۔ مسلمان کسی حالت میں بھی اپنے اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا کہ وہ خالق خدا کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلا سکے۔ یہ دعوت ہے الی اللہ کا کام مسلمان اور اس کی زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ دعوت الی اللہ کا مقصد و حاصل اُسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ ہم عملی زندگی کی رزمگاہ میں اس دعوت کو جاری رکھیں۔ ہم میں اودعیائی مشربوں میں فرق یہی ہے کہ وہ کچھ پیشہ ور مشنری ہیں جو تبلیغ کا کام کرتے ہیں لیکن مسلمان کی تبلیغ رزمگاہ حیات میں ہوتی ہے۔ یہ تبلیغ کہیں الگ بیچ کر محسن کسی واعظ کی حیثیت سے نہیں ہوتی بلکہ مسلمان اگر کسی منشی میں بھی کام کرے تو ایک طرف تو وہ اپنا کاروبار کرتا ہے اور دوسری طرف لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتا ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہے اور جو کام بھی کر رہا ہے وہ بہ حالت میں داعی الی اللہ پہلے ہے اور باقی اور کچھ بعد میں۔“

[خطابِ حلیم، ۱۴ نومبر ۱۹۶۷ء، مسجدِ بخت روضہ ایمین، جون ۲۳، ۱۹۶۷ء]

اشاریہ

اشخاص اور ادارے

ا

- | | |
|------------------------------------|---|
| اسحاق مولانا ، ۶۲ | ابراہیم سید مولانا ، ۶۱ |
| الحمد شاہ ، ۳۸ | ابراہیم شہید ، ۳۸ |
| آل فرقوم ، ۶۷ | ابراہیم عادل شاہ ، ۳۷ |
| الملك الصالح - راجہ سمدرا ، ۵۸، ۵۷ | ابن بطوطہ ، ۵۸، ۵۳، ۴۵ |
| الملك الظاہر بن الملك الصالح ، ۵۸ | (حضرت) ابوبکر صدیقؓ ، ۷۷ |
| امام شاہ پیرانوی ، ۳۷ | احمد ، ۴۶ |
| انجمن حمایت اسلام ، ۴۳ | (حضرت) احمد سرہندیؒ - مجدد الف ثانیؒ ، ۳۳ |
| امیر غنیہ - جماعت ، ۳۹ | اخوند میر حسینی ، ۳۷ |
| اوزنگ زیب - محی الدینؒ ، ۳۷ | آرنلڈ ، ۹۳ |
| اولجاٹیو خان ، ۳۴ | آریہ وامرا ، ۶۲ |

ب

براق خان ، ۳۴

(شیخ) اسماعیل ، ۵۷
(حضرت) اسماعیل بخاریؒ ، ۳۶

بربر، ۲۴، ۳۵

(حضرت) برهان الدین، ۳۶

برهان الدین، ۵۷

بلاسیٹن، ۲۹

بمیل شاہ، ۳۷

بوگی قوم، ۶۷

بوندی قوم، ۵۰

بہا الحق زکریا ملتان، ۳۶

پ

پانی پوٹہ، ۶۵

پیراؤنگ مہاؤنگھا، ۵۹

(حاجی) پیراؤ، ۶۰

ت

تاتاری، ۱۸، ۳۴، ۳۸، ۳۹

تتجانہ سلسلہ، ۴۰

ج

جلال الدین قبیلہ، ۳۵

جلال الدین تبریزی، ۳۷

جلال الدین فارسی، ۳۷

جلال بخاری، سید، ۳۶

جمادی الکبریٰ، مولانا، ۶۲

جمال الدین، راجہ ٹیڈور، ۶۳

جہاں شاہ، راجہ اتجہ، ۵۷

جہانگیر، ۳۳

جیکوبس، راجہ بولانگ، ۶۷

چ

چمپاکاراجہ، ۶۲

ح

حسن الدین چیرہ بونی، مولانا، ۶۳

(حضرت) حسن کبیر الدین، ۳۶

خ

(شیخ) خلیفہ حسین، ۶۲

د

داتو کلا حسین، ۶۳

ر

راجہ بولانگ وڈو گونڈاؤ، ۶۷

راجہ چرمی، ۶۱

راجہ کشتواڑ، ۳۷

راجہ اجا پاست ۶۲

راجہ مکاسر ۶۷

راڈن پاکو ۶۲

راڈن پیٹھ ۶۲

راڈن رحمت ۵۸، ۶۱

راڈن حسین ۶۲

رؤسی مبصر ۵۵

ز

زرد قوم ۵۳

(حضرت) زمین الدین ۳۶

س

سعید بن حسن ۲۳

سلطان تنجان ۶۹

سلطان ٹرنیٹ ۶۴، ۶۵

سلطان محمد شاہ ۵۹

سنوسی جماعت ۴۱

سنوسی مبلغین ۳۵

سید جلال بخاری ۳۶

سید سلیمان ۵۴

سید عبدالعزیز ۵۹

سینٹ پال ۹۴

ش

شریف کابنگ سوان ۶۷

شمار قوم ۲۹

(شیخ) شہاب الدین سہروردی ۳۷

ص

(حضرت) صدر الدین ۳۶

صدر الدین راجہ کشمیر ۳۷

ع

عامکیر (دیکھیے درنگ زیب)

عبداللطیف ملک ۳۷

(شیخ) عبدالقادر بیلائی بکیریز ۳۷

(شیخ) عبداللہ ۵۹

عبداللہ عارف ۵۷

(شیخ) عبدالوہاب نجدی ۴۶

(حضرت) عثمان ۷۸

(شیخ) عثمان دافودیو ۴۶

(حضرت) علی ۷۸

علی اکبر تاجسر ۵۴

(حضرت) علی شہزاد فیستید ۳۰

عمر الحاج ۴۰

(حضرت) عمر فاروق ۷۷

ع

غازان شاہ ۳۴

ف

(حضرت بابا) فخر الدین ۳۸

(حضرت) فرید الدین شاہ ۳۷

(حضرت) فرید الدین گنج شکر ۳۶

فلبی قوم ۴۶، ۴۷، ۴۹

ق

قادر یہ - جماعت سلسلہ ۳۹، ۴۱

قرۃ زوجہ ہلاکو خان ۳۴

قریش ۳۲

(حضرت) قطب الدین بختیار کاں ۳۶

ک

(شاہ) کلیم اللہ جہان آبادی ۳۶

کوبرک ۵۰

کین تنگ ۵۴

گ

کان قوم ۲۳

گلکوٹہ سلطان ۶۴، ۶۵

ل

لٹونہ قبیلہ ۴۵، ۴۶، ۴۷

لیفراکے پادری ۲۴

م

مارکو پو ۵۳

مانیٹ - پردیس ۲۲

مانیسکیو ۲۳

مانڈنگو قوم ۴۵، ۴۹

مٹک کمالا بومی ۵۸

مبارک شاہ ۳۴

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) - داعی

رسول اکرم ۱۴، ۱۶، ۲۹

۷۷

محمد بن علی بستید ہنسوی ۴۱

محمد تغلق سلطان ۵۸

محمد جعفر تنہا نیسری۔ مولانا، ۳۴

محمد صادق سرمست، ۳۷

محمد صفی الدین سلطان، ۶۶

محمد عثمان۔ الامیر غنی، ۳۹۰

محمد علی پاشا، ۴۶

(حضرت) محمد گیسو دراز۔ سید، ۳۶

(حضرت) مخدوم جہانیاں، ۳۶

مزلت شاہ (بیچے پراؤنگ مہاؤگسا)

مسلمان امیر (کانگو)، ۳۳

مسلمان عالم، ۳۴

(حضرت) معین الدین چشتی، ۳۵

(شیخ) منصور، ۶۴

منصور سلطان ٹیوڈور، ۶۴

منصور عباسی، ۵۳

منور، ۶۰

مہا پرکھدایت، ۳۷

میکس ملر۔ پروفیسر، ۱۵

ن

(حضرت) نثار شاہ، ۳۸

(حضرت) نطفہ محمد الدین ورنگ آبادی، ۳۶۰

(حضرت) نظام الدین اولیاء، ۳۶

و

وادگو قوم، ۵۰

ولیم ہنٹر۔ سر، ۲۸

ویمر ڈاکٹر، ۴۸

ی

یاساقوم، ۴۷، ۴۸، ۴۹

(حضرت) یاشم گجراتی، ۳۷

یلاکو حسان، ۳۴

ی

یورپی سیاح۔ ایک، ۴۲

(حضرت) یوسف الدین۔ سید، ۳۷

یوسف بن اشغین، ۴۴



اشاریہ

— مقامات —

۱

۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹	اتجہ ۵۵
افریقہ۔ اندون ۴۹، ۵۰	اٹلی ۴۹
افریقہ شمال مغربی ۴۰	اُجینیو ۴۷
افریقہ شمالی بالائی ۴۰، ۴۱، ۴۲	آدی جزیرہ ۶۹
افریقہ صحرائے ۴۱	آرڈ ۵۷
افریقہ مشرقی ۴۹	ارداری ۳۸
افریقہ مغربی، مغربی ساحل ۴۰، ۴۱، ۴۲	آسام ۳۷
افریقہ وسطی ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸	اسپین، اندلس ۶۸، ۵۶، ۲۷، ۱۸
الجزائر ۴۱، ۴۰	اسکندریہ ۲۳
الماہرہ ۶۴	اشانتی ۴۸
الماہرہ وسطی ۶۴	افریقہ ۴۲، ۴۳، ۲۹، ۲۷، ۳۲
ابو سنہ ۶۵	۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷

- ۶۸ امریکہ
۶۲ آپیل
۶۲ انیس (دیکھیے اسپین)
۳۴ انڈمان
۴۹ انگلستان
۶۴ ادبی جزائر
۱۰ ادقیانوس (دیکھیے بحرِ ادقیانوس)
۳۶ اورنگ آباد
۵۰ اوسبارا
۶۹ اونیٹین جزیرہ نما
۴۴، ۳۳ ایران
۳۹، ۳۸ ایشیا وسطی
ب
۶۲ بالٹک
۶۹ بانی
۶۴ بتجان
۶۴، ۵۲، ۳۳، ۱۴ بحرالکابل - جزائر ساحل
۳۳، ۱۴ بحرادقیانوس
۵۲ بحر عرب
۶۶ برصغیر پاک و ہند
۶۶ بروٹائی
۱۷ بغداد
۴۹، ۳۳ بلجیئم
۳۳ بلجین کانگو
۵۸، ۵۸ بنٹام
۶۵، ۶۵ بنجرماسن
۶۹ بندا - جزیرہ
۸۱، ۳۷، ۲۸ بنگال
۴۱ بورکو
۶۶، ۶۵ بورنیو
۶۶ بورنیو - اندون
۶۶ بورنیو - شمالی
۶۷ بولانگ
۳۶ بہادل پور
۳۷ بیجاپور
پ
۶۳، ۶۰ پاجاجارن

ت

تونس ۴۶

١

شعبه جریده ۶۳، ۶۴

عرب از شرق الهند ۵۶

جزیرہ چوب صندل ۶۷

وصا دار ۳۷

ج

چرمین ۶۱

چوب صندل (دیکھیے جزیرہ چوب صندل)

چین ۱۸، ۳۲، ۳۳، ۴۴، ۵۲

۵۳، ۵۵، ۵۶، ۷۲

چین جنوبی ۵۳

شمالی ۵۳

مغربی ۵۳

ح

حش ۳۲، ۳۵

حجاز ۴۰

د

داہومی ۴۸

دارفور ۴۶

دکن ۳۴، ۳۷

دہلی ۳۶

دہلی - جامع مسجد ۲۵

دہلی - اطراف - نواح ۳۶

ط

ڈان ۳۴

ڈینیوب ۳۴

ر

راجپوتانہ ۳۵

روم ۳۳

س

ساحل زنج ۴۳، ۴۹

سرحد شمال مغربی صوبہ ۳۴

سلہٹ ۳۷

سیلیبس - جزیرہ ۶۶، ۶۷

سماٹرا ۱۷، ۱۸، ۵۷، ۵۸، ۵۹

سیرام شمالی ۶۴
سینی گال ۴۰، ۴۱، ۴۹

نش

شام ۳۳
شیان تنگ ۵۴
شرقی الہند ۶۶، ۷۰

ص

صقلیہ ۱۸
صوبہ سندھ (سابق شمال مغربی) (۷۶)

۳۸

ط

طرابلس ساحل ۴۰، ۴۱
طنجہ ۴۶

ع - غ

عراق ۳۳، ۴۱

سماٹرا جنوبی ۵۸
سماٹرا شمالی ۵۷

سمبادا ۶۷

سندھ ۵۷

سندھ ۳۷

سندھ مشرقی ۳۶

سنگاپور ۵۹، ۶۰، ۶۷

سوڈان ۴۵، ۴۶

سوڈان جنوب مغربی ۴۶

سوڈان مشرقی ۳۹، ۴۶

سوڈان مغربی ۴۰، ۴۵

سوڈان وسطی ۴۲

سوکڈا ۶۶

سولو ۶۸

سونغانی ۴۵

سیام ۶۰

سینیزوک ۵۹

سیرالیون ۴۷، ۴۸

سیرام ۶۴، ۶۹

عرب ۲۴، ۲۱، ۲۲

ف

فاس ۲۰

فرانس ۲۹

فیپاشن جزائر ۶۷

ق

قاہرہ ۲۶

قُطُب ۱۸

قروان ۲۰

ک

کانسو ۵۵

کائی جزائر ۶۹

کنجہ ۳۷

کشتواڑ ۳۷

کشیر ۳۷

کلیر اماؤنٹ ۵۱

کوانٹنگ ۵۲

کونکن ۳۷

کوڈیا ۴۰، ۵۹

کیپ کائونی ۵۰

کینٹن ۵۳

گ

گمانا، جشی ریاست ۲۵

گجرات ۳۷

گریک ۶۱، ۶۲، ۶۵

گلوتو ۶۲

گوا ۶۶

گوبر، ۲۶

گورام، ۶۹

گولڈ کوسٹ، ۲۹

گی آنا، ۲۶، ۲۷، ۲۸

ل

لاگوس ۲۹

لاہور ۳۶

۲۴، ۳۳، ۳۵، ۳۸، ۴۴

۵

۶۰، ۷۴، ۸۹، ۹۰، ۹۴

ہائس لینڈ ۴۴، ۴۷

ہالینڈ ۵۰، ۵۴، ۵۸، ۵۹

ی

۶۴، ۷۰

یورپ ۳۳

ہسپانیہ (دیکھیے اسپین)

یورپ مشرقی ۳۴

ہند۔ جنوبی ۲۸

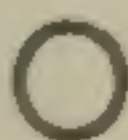
یوروبا ۴۷

ہند۔ چینی ۶۰

یونان ۱۸

ہندوستان۔ بھارت ۱۳، ۱۴

میتان ۵۳



ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شہارِ بولہبی

مملکتِ خدادادِ پاکستان میں حق و باطل کی آویزش
اور

دینِ پسند قوتوں اور لادینِ غناصر کی کش مکش

کے اسے نازکے گھڑی سے اپنا فرض ادا کرنے کیلئے

ہفت روزہ آئین لاہور

اپنی روایات کے جلو میں نئے پیرہن اور نئے اسلوب کے ساتھ

باقاعدہ گھر سے شائع ہو رہا ہے

۔۔۔۔۔
ہ آئین اس ملک میں اسلامی قوتوں پر حملہ آور گروہوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنے

اور سوشلزم کے علمبرداروں کی اصل تصویر سامنے لانے کا کردار ادا

ہ آئین خود پڑھے اور دوسروں تک اس کے آواز پہنچے

فی پرچہ : ۲۵ پیسے — سالانہ : بیس روپے

(بشمول ۴ خصوصی شاعتیں)

ہفت روزہ آئین نے نسیم مارکیٹ ۲۱ ریلوے وڈ لاہور